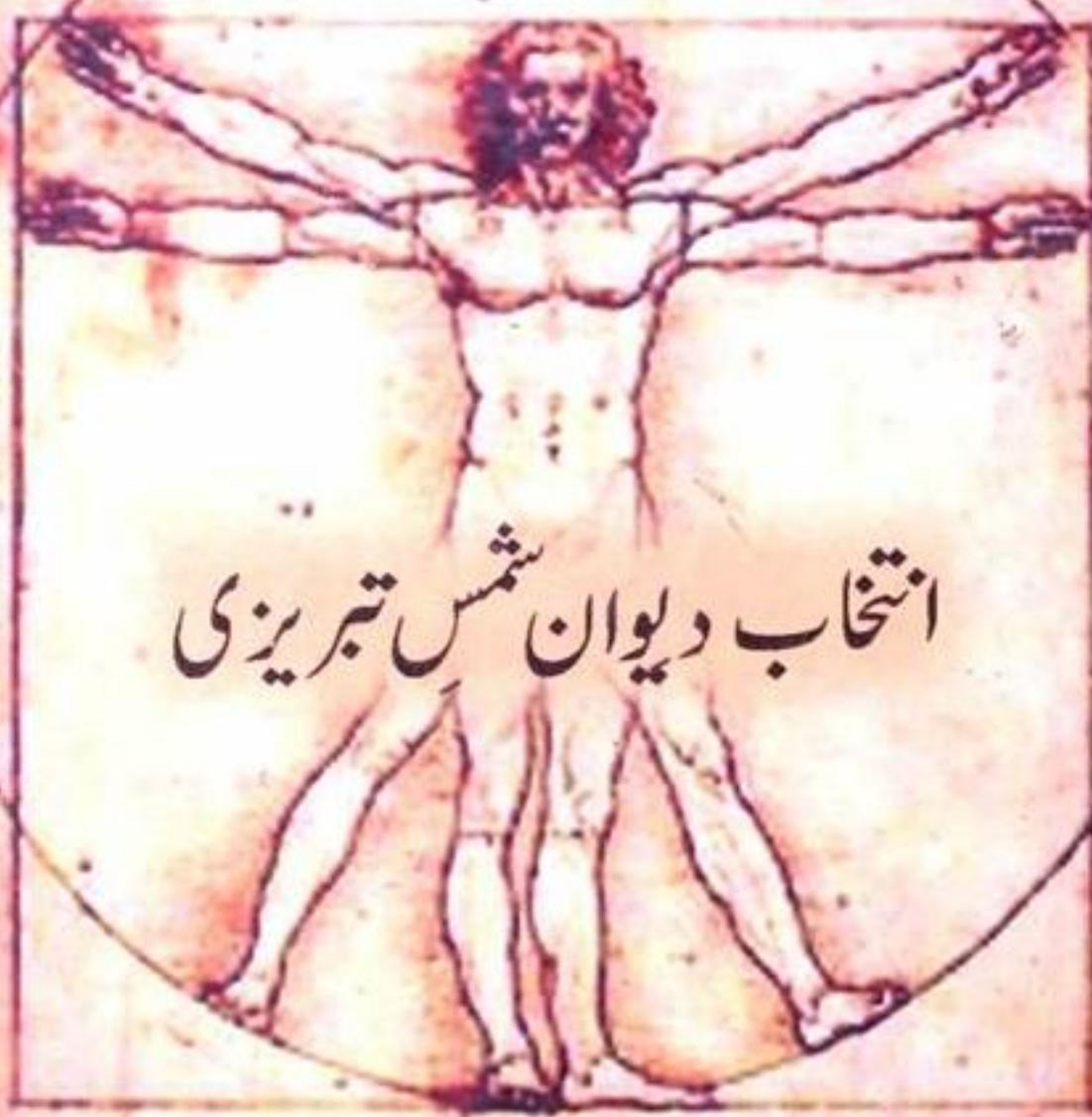


یہ خانہ آب و گل



انتخاب دیوان شمس تبریزی

جلال الدین رومی

ترجمہ: فہمیدہ ریاض

یہ خانہ آب وِکل

انتخاب

دیوان شمس تبریزی

جلال الدین رومی

اردو ترجمہ:

فہمیدہ ریاض



Yeh Khana-e-aah o Gil
Selections from Jalal Uddin Rumi's
Diwan-e-Shams Tabrizi

Urdu Versions
By: **Fehmida Riaz**

پہلی اشاعت : ۲۰۰۶ء
کپوزنگ : احمد گرافس، کراچی
طبع : سچ نسز پرنٹرز، کراچی



info@scheherzade.com

پیاری چمک کے لیے

ساغر بکف، سر میں نشہ، چہرہ لیے خورشید سا

ان غزلوں کا انتخاب ”دیوان جامع شمس تبریزی“ کے اس نئے سے کیا گیا ہے، جسے استاد بدیع الزماں فروزان فرنے تصحیح و درستی املا کے ساتھ مرتب کیا۔ دیوان میں فارسی، عربی، ترکی اور یونانی کے کل بیالیس ہزار (۳۲۰۰۰) اشعار ہیں، جن میں پینتیس سو (۳۵۰۰) غزلیں، قصیدے، قطعے، ترجیعات اور ۱۹۹۵ ر رباعیات شامل ہیں، اسے ادارہ انتشارات فردوس نے تہران سے شائع کیا ہے۔

اظہار تشكیر

ان منظوم ترجم کے لیے میں ڈاکٹر حمیرا عزیز کی ممنون ہوں جس کی محبت اور اعتماد کے باعث
ان منظوم ترجم کا آغاز ہوا۔

میں اپنے مرزا بھترم ڈاکٹر اسلم فرنجی کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنے گھر میں ان ترجم
کی سماعت قبول کی اور اس خلوص سے سند پسندیدگی عطا کی کہ میں ترجمے کا کام مکمل کر سکی اور
جبکہ میں مشکل میں پڑی وہاں انہوں نے ہی میری مشکل کو حل کیا۔

میں آصف فرنجی کو محبت بھرا شکریہ پیش کرتی ہوں جس نے اس مجموعے کی اشاعت پر زور
دیا اور سب سے بڑھ کر شکریہ محمد جاوید کا جنہوں نے نہایت محنت اور احتیاط سے میرے ترجم
کے ساتھ مولانا رومی گی فارسی غزلیات کی حروف نگاری کی۔

فهمیدہ ریاض

فہرست

ابتدائیہ ۱۱

- ۱۸ آن شکل میں وان شیوه میں وان قد و خدو دست و پا
 کیا شکل ہے، کیا شیوه ہے، کیا قد و خد، کیا دست و پا
- ۱۹ ای خواجہ نبی بینی این روز قیامت را
 اے خواجہ نہ دیکھو گے اس روز قیامت کو؟
- ۲۲ ای عاشقان ای عاشقان امروز ما یم و شما
- ۲۳ اے عاشقان، اے عاشقان ہیں آج تم اور ہم یہاں
 امروز دیدم یار را، آن رونق ہر کار کو
- ۲۴ دیکھا ہے میں نے یار کو، اس رونق پُر کار کو
- ۲۵ ای شاہ جسم و جان ما، خندان کن دندان ما
- ۲۶ اے شاہ جسم و جاں مرے، اے رونق دندان مرے
 معشوقہ یہ سامان شد، تباود چین پادا
- ۲۷ معشوقہ ہوئی مائل، پائیدہ رہے یوں ہی
 خواجہ بیا، خواجہ بیا، خواجہ دگر بار بیا
- ۲۸ اے مرے صاحب آجا، خواجہ پھر اک بار آجا
 دی سحرمی بر گذری گفت مرا یار
- ۲۹ کل صحِ دم کہنے لگا مجھ سے میرا یار
- ۳۰ آمد بُت میخانہ تا خانہ برد مارا

- ۳۹ آیا بہت میخانہ اور گھر سے لیا مجھ کو
من رسیدم پہل جوئی وفا
- ۵۲ کل جو پہنچا میں لبِ جوئے وفا
- ۵۳ بار دگر آن دلبرِ عیارِ مرایافت
- ۵۴ اک بار پھر اس دلبرِ عیارِ کو میں مل گیا
- ۵۸ ای یارِ مادِ دارِ ما ای عالمِ اسرارِ ما
- ۵۹ تو یار ہے، دلدار ہے، اک عالمِ اسرار ہے
- ۶۰ دوش آن جاناں ما افتان و خیزان یک قبا
- ۶۱ آیا تھا کل جاناں مرا، پی کر بس اک جامِ صفا
- ۶۶ بعد از سماعِ گولی، کانِ شورها کجا شد
- ۶۷ بعد از سماعِ بولو، وہ شوراب کہاں ہے
- ۷۰ این خانہ کہ پیوستہ درو بانگِ چغا نہ است
- ۷۱ اس گھر میں مسلسل ہے مجیروں کا ترانہ
- ۷۳ محمدان شاہِ حرم حرشی برخوان احسان و وفا
- ۷۵ ہر شب ہوں مہماں شاہ کا ہے خوانِ احسان و وفا
- ۷۸ چہ چیز است آنکھ عکس او حلاوت داد صورت را
- ۷۹ وہ کیا شے ہے کہ دیتی ہے حلاوت ایسی صورت کو
- ۸۰ ای باد بی آرام ما با گل بگو پیغام ما
- ۸۱ اے باد بے آرام تو اس گل کو یہ پیغام دے
- ۸۳ ای نوش کر دہ نیش را، بخواش کن با خویش را
- ۸۵ بے ذات کر دے ذات کو شربت بنادے نیش کو
- ۸۸ در د جہان لطیف و خوش ٹھچو امیر ما کجا؟
- ۸۹ لطف و کرم جہان میں میرے امیر سا کہاں
- ۹۲ ای عاشقان ای عاشقان من خاک را گوہر کنم
- ۹۳ اے عاشقو، اے عاشقو، میں خاک کو گوہر کروں

۹۶

۹۷

۱۰۰

۱۰۱

۱۰۳

۱۰۵

۱۰۶

۱۰۷

۱۰۸

۱۰۹

۱۱۲

۱۱۳

۱۱۴

۱۱۷

۱۲۰

۱۲۱

۱۲۲

۱۲۵

۱۲۸

۱۲۹

۱۳۲

۱۳۳

۱۳۴

۱۳۵

۱۳۸

آن رہ کہ بیآدم کدامت

کس رہ سے آیا تھا یہاں؟

هر لحظہ وحی آسمان آیدے پر جانخنا

ہر لحظہ وحی آسمان روحوں پر آتی ہے یہاں

دل چودانہ ما مثال آسیا

چکیوں کو کیا خبر کیوں گھومتی رہتی ہیں وہ

بیگاہ شد بیگاہ شد خورشید اندر چاہ شد

ن اوقت ہے، ن اوقت ہے، سورج کنویں میں گر پڑا

ن کہ محہمان غرمیم، تو مرایار ملکیر

میں پر دلی مسافر ہوں، تم اپنا یار مت سمجھو

باز آدم چون عید نو تا قفل زندان بشکنم

آیا ہوں بن کر عید نو میں قفل زندان توڑنے

من دی نگفتم مر ترا کا کی بی نظیر خوش لقا

تجھ سے کہا تھا میں نے کل اے بے نظیر خوش لقا

بشنیدہ ام کہ عزم سفر میکنی مکن

میں نے سا بے عزم سفر کر رہا ہے تو

نگفتم مر و آنجا کہ آشنات منم

کہا تھا تم سے نہ جاؤ کہ آشنا ہوں میں

جرمی ندارم بیش ازین کز دل ہوا دارم ترا

کیا جرم اس دل نے کیا، تیری تمنا کے سوا

ای بگرفتہ از وفا، گوشہ کران، چرا چرا؟

گوشہ نہیں با وفا، مجھ سے نہیں ہے کس لیے

ای یوسف آخر سوی این یعقوب ناپینا بیا

پوشیدہ جوں عیسیٰ ہے کیوں عرش چہارم پر کہیں

دلاراما نھان گشتہ زغونغا

- ۱۳۹ دلارا، چھپا تو سن کے غونا
من آن شب سیاہم، کمز ماح خشم کردم
- ۱۴۰ میں وہ شب سیاہ ہوں ماں سے جو خفا ہوا
ای نوبہار عاشقان داری خبر از یار ما؟
- ۱۴۱ اے نوبہار عاشقان پکھو دے خبر اس یار کی
چہ باشدگر نگار نیم بگیر دست من فردا
- ۱۴۲ لگے کیسا اچانک تحام لے وہ ہاتھ گر میرا
ای وصالت یک زمان بودہ فراقت سالہا
- ۱۴۳ ایک موسم وصل کا اور بھر کے اتنے برس
بوز ائتم سودا و جنون را
- ۱۴۴ سلگتا ہوں کروں کیا اس جنوں کو
طبیب درد بی درمان کدا مست
- ۱۴۵ طبیب درد بے درماں کہاں ہے
از کیکی آتش برآوردم ترا
- ۱۴۶ ایک آتش سے نکلوں گا تجھے
مرا آن اصل بیداری، دگر بارہ بے خواب اندر
- ۱۴۷ ملا وہ اصل بیداری مجھے سوتے ہوئے پھر کل
دوش من پیغام کردم سوی تو استارہ را
- ۱۴۸ کل ستارے کو دیا پیغام یہ تیرے لیے
ای شاد کہ ماہستم اندر غم تو جانا
- ۱۴۹ خوش ہوں کہ مجھے ہے بس اک تیرا ہی غم جانا
صور تگرِ نقاشم ہر لحظہ بتی سازم
- ۱۵۰ نقاش ہوں بتا گر ہوں، بت روز بناتا ہوں
کنارگی ندارد بیابان ما
- ۱۵۱ کنارہ نہیں اس بیابان میں

بہ خانہ آب و گل

مک آن روز بودم کہ اسما نبود

میں اس دن بھی تھا جب کہ اسما نہ تھے

ای چنگ! پرده های سپاہانم آرزوست

اے چنگ! مجھ کو ساز سپاہان کی آرزو ہے

مطر باز مک بزن تاروح باز آید بتن

نرم چھیرا س ساز کو مطلب کہ پھر جاں پائے تن

ای عاشقان ای عاشقان، ہنگام کو چست از جہان

اے عاشقو اے عاشقو، رخصت کی ساعت آگئی

حوالی ۱۹۳

حیرت کرد ۱۹۶

ابتداء سیہ

مولانا جمال الدین رومی کو مشرق و مغرب میں دنیا کا عظیم ترین صوفی شاعر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کی مشہور ترین تصنیف چھ جلدیں پر مشتمل مشنوی ہے جسے ”مشنوی مولانا روم“ اور ”مشنوی معنوی“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جو کلامِ دیوانِ شمس تبریز میں ہے اس کا آغاز مشنوی کی تصنیف سے قبل ہوا جب کہ ان غزلیات، قطعات اور رباعیات کی تحریرِ مشنوی کے ساتھ جاری رہیں۔

مولانا کی پیدائش بلخ میں ہوئی تھی جو موجودہ شمالی افغانستان میں واقع ہے۔ ان کی تاریخ پیدائش عموماً ۶ ربیع الاول ۶۰۳ھ (۳۰ ستمبر ۱۲۰۴ء) مانی جاتی ہے۔ سنہ ۱۲۱۲-۱۲۱۳ خیسوی میں مولانا کا خاندان بلخ سے بھرت کر کے انا طویلہ (موجودہ ترکی) میں آباد ہو گیا تھا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں جب کہ وہ ایک قدیم شہر لارندا (موجودہ کرمان) میں مقیم تھے ان کی پہلی شادی ہوئی۔ اس سے ان کے دو لڑکے ہوئے تھے جن کے نام سلطان ولد اور علاؤ الدین محمد تھے۔

(مولانا کی زندگی کی تفصیلات ان کے صاحبزادے سلطان ولد کی مشنوی ”ابتداء نامہ“ میں محفوظ ہیں جو انہوں نے مولانا کی وفات کے بعد تحریر کی۔ یہ مشنوی محققین کے لیے حقائق اور تفصیلات تک رسائی کا نہایت قابل اعتماد ذریعہ رہی ہے۔)

مولانا روم کے والد جناب بہاء الدین ولد اپنے وقت کے جید عالم دین اور صوفی تھے۔ جن کو سلطان العلماء کا خطاب دیا گیا تھا۔ ان کا تعلق صوفیائے کرام کے خاندان سے تھا۔ بعض محققین کی رائے میں وہ جنابِ نجم الدین گبرا کے سلسلے سے متعلق تھے۔

جناب بہاء الدین ولد کی شہرت و عظمت سے متاثر ہو کر اس وقت کے سلجوقی سلطان علاؤ الدین کیقباد نے سلطان العلماء کو اپنی سلطنت کے دارالخلافہ، قونیہ میں تشریف لانے کی

دعوت دی۔

بہاء الدین ولد، مولانا رومی کی میت میں ۳ مئی ۱۲۲۸ء کو قونیہ میں وارد ہوئے جہاں ان کا شاندار استقبال کیا گیا اور شاہی خاندان کے افراد اور کئی وزراء ان کے مرید اور شاگرد ہیں گئے۔ سلطان نے انہیں ایک باغ عنایت کیا اور ان کے لیے ایک مدرسہ تعمیر کیا جہاں وہ طلباء کو فتنہ کی تعلیم دے سکیں اور فتوات جاری کریں۔

قونیہ میں آمد کے وقت مولانا روم کی عمر ۲۳ برس تھی۔ ۲۳ فروری ۱۲۳۱ء کو بہاء الدین ولد اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور قاضی و مفتی کی منڈ مولانا روم کو پیش کر دی گئی جس کو انہوں نے قبول کر لیا۔

مولانا روم نے اب تک تمام تعلیم ایک مشہور و معزز عالم دین خلیفہ سید برهان الدین مجتھی ترمذی کی زرینگرانی حاصل کی تھی جو بہاء الدین ولد کے دوست اور مقرب تھے۔ مزید تعلیم حاصل کرنے کے لیے مولانا روم نے سفر شام کا قصد کیا۔ پہلے وہ حلب گئے اور مدرسہ حلوایہ سے وابستہ رہے۔ اس کے بعد وہ دمشق گئے جہاں انہوں نے چار برس گزارے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ دمشق میں مولانا کی ملاقات شیخ محی الدین عربی (ابن عربی) سے بھی ہوئی تھی جو باکمال صوفی اور شاعر تھے۔ مولانا کے سوانح نگار افلائی کے مطابق دمشق ہی میں مولانا پہلی بار شش تبریزی سے ملے تھے (گواں بارے میں وثوق سے کچھ نہیں کہا جاسکتا۔)

مولانا حصول علم سے مطمئن ہو کر قونیہ واپس آگئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ پہلی بیوی گوہر خاتون کے انتقال کے بعد مولانا قونیہ کے ایک معزز گھرانے کی دختر کرا خاتون سے رشتہ ازدواج میں نسلک ہو گئے۔ اس شادی سے ان کی ایک صاحبزادی اور دو بیٹے تولد ہوئے۔

قونیہ میں مولانا روم کا رعب و بد بہبے مثال تھا۔ سلوقی سلطنت میں ان کے نام کا ذکر نکانع رہا تھا۔ ان کی فصاحت و بلاغت، علمی دسترس، صاف گوئی اور استقامت ایمان کے باعث نہ صرف تفسیر قرآن بلکہ قوانین فتنہ میں ان کی قضاوت کو حرف آخر قرار دیا جاتا تھا۔ ان کے طلباء کی تعداد کئی ہزار سے تجاوز کرتی تھی اور خود سلطان اور وزراء و امراء ان کی مشاورت کو اپنے لیے

قابل فخر سمجھتے تھے۔

مولانا کے صاحبزادے سلطان ولد کی مشنوی "ولد نامہ" اور افلاکی کے بیان کے مطابق ۲۸ نومبر ۱۲۳۲ء کو شمس تبریزی قونیہ میں وارد ہوئے اور مولانا روم سے ملے۔ اس کے بعد قونیہ میں کچھ بھی پہلے جیسا نہ رہا۔ قونیہ کا قاضی و مفتی و مدرس گویا ہوا میں تحلیل ہو گیا۔ اس کی جگہ وہ عظیم شخصیت وجود میں آئی جسے آج دنیاروئی کے نام سے جانتی ہے۔

مولانا روم اور شمس تبریزی میں رشتہ عشق استوار ہوا۔ شمس تبریزی روئی کے مرشد بھی تھے اور محبوب بھی۔ دیوان شمس تبریزی اسی المناک، لازوال عشق کی داستان سناتا ہے۔

شمس تبریزی کون تھے؟ چند برس قبل تک ان کی شخصیت کے بارے میں معلومات نہایت محدود تھیں۔ ایک گناہ فلاش شخص جس کے حسب و نسب کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہ تھا۔ وہ مستقل سفر کرتے رہتے تھے۔ جس کے باعث انہیں لوگ "پرندہ" کہنے لگے تھے۔ وہ اکثر عنت مزدوری کر کے گزارا کرتے تھے۔ قونیہ میں انہوں نے کوچہ شکر فروشاں کی سرائے میں ایک کمرہ کرائے پر لیا تھا۔ صرف چند برس قبل، ایرانی محقق جناب استاد فروزان فر کی شب : روز کی جتو اور محنت شاقہ کے باعث شمس تبریزی کی گفتگو پر مشتمل "مقالات شمس تبریزی" شائع ہئے ہیں جن سے ان کے علم کی وسعت و گیرائی، سحر بیانی اور درجہ معرفت کا کچھ اندازہ ہو سکا ہے۔

شمس تبریزی نے مولانا روم پر دین کے ایسے مطالب و مفہوم منکشف کیے کہ مولانا روم نے تدریس و قضاوت یکسر ترک کر دیے۔ وہ رقص و موسیقی کے شیدائی ہو گئے اور تمام وقت سماں کی محفلوں میں گزارنے لگے۔ انہیں کائنات کے ذرے ذرے اور شمس تبریزی کی ذات میں باری تعالیٰ کا جلوہ نظر آگیا۔

قونیہ کے خامدین اور مولانا کے ہزاروں طالب علموں اور مریدوں کو مولانا کی شخصیت میں یہ انقلاب نہایت ناگوار ہوا۔ وہ اس بات سے خصوصاً نالاں تھے کہ شمس تبریزی کا معاشرے میں کوئی اعلیٰ مقام نہ تھا اور مولانا انہیں شان و شکوه رکھنے والے مریدوں پر ترجیح دیتے رہتے تھے۔ وہ شمس تبریزی کی برصغیر تو ہیں کرنے لگے۔ اس بدسلوکی سے دل شکستہ ہو کر شمس ایک دن خاموشی سے قونیہ چھوڑ کر چلے گئے۔

محبوب کے فراق میں مولانا روم ماهی بے آب کی مانند تر پنے لگے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب کہ دیوان شمس تبریزی کی شاعری کا آغاز ہوا۔ مولانا روم نے سب سے اولین اشعار قم کیے اور یہ خبر ملنے پر کہ شمس تبریزی دمشق میں ہیں، انہیں یہ غزلیں ارسال کیں۔ مولانا کے صاحبزادے سلطان ولد پر نفس نفس دمشق گئے اور منت و ماجت کر کے شمس تبریزی کو قونیہ واپس لوئے پر آمادہ کر لیا۔

شمس تبریزی کی واپسی سے مولانا کی زندگی میں بہارِ ثبوت آئی وہ وصالِ محبوب میں فرط طرب سے از خود رفتہ رہنے لگے۔ یہ وہ دور تھا جب دیوان جامع کی وہ طرب یہ غزلیں موزوں کی گئیں جن کی مثال صرف فارسی ہی نہیں عالمی ادب میں بھی ملنی دشوار ہے۔ اس طرب میں وہ روحانی کیفیت بھی پیوست ہے جو اسرارِ حیات و ممات کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ کیف و سرستی کی اس شاعری کو روحانی جمالیات کی اعلیٰ ترین مثال تسلیم کیا جاتا ہے۔

لیکن مولانا روم کے لئے مترت و انبساط کا یہ دور عارضی ثابت ہوا۔ شمس تبریزی سے مولانا کی شیفتگی اہل قونیہ اور خود مولانا کے خاندان کے بعض افراد کے لئے دوبارہ ناقابل برداشت ہو گئی۔

سنہ ۷۱۲۳ء عیسوی میں جناب شمس تبریزی قونیہ سے غائب ہو گئے۔

وہ کہاں گئے؟ اس بارے میں کوئی شخص وثوق سے کچھ نہیں جانتا۔ ایک روایت یہ ہے کہ شمس تبریزی کو ان کے مخالفین نے قتل کر کے ان کی لعش کنویں میں پھینک دی۔ اس رات شمس مولانا کی جائے رہائش پر موجود تھے۔ غالباً انہیں آواز دے کر باہر بلا یا گیا تھا۔ انہیں قتل کرنے والوں میں مولانا کے اپنے بیٹے علاء الدین کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ (شمس تبریزی کے غیاب کے بعد علاء الدین فوت ہوئے اور مولانا روم نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کی۔) اسی روایت کے مطابق چند دن بعد کچھ لوگوں نے شمس تبریزی کی لعش کنویں سے نکال کر پر دخاک کر دیا۔ ان کا تنہا و ملول مزار مولانا کے مقبرے سے کافی فاصلے پر آج بھی موجود ہے۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مولانا روم جیسے واقف اسرار کو آخر جناب شمس تبریزی کی شہادت کا برسوں یقین کیوں نہ آیا؟ (جناب شمس تبریزی کے نام سے ایک مزار شہر تبریز میں

بھی موجود ہے!) مولانا روم "شم" کو انتہائے بے قراری سے تلاش کرتے رہے۔ ان کی جستجو میں وہ خود مشق تک گئے۔ وہ کوچہ بہ کوچہ، کوکو شم کی تلاش کرتے تھے اور راگبیروں سے شم کا پتہ نشان پوچھتے تھے اور اس شدت اور بے قراری سے گریہ وزاری کرتے تھے کہ دیکھنے والوں کا لیکھبہ پھٹ جاتا تھا اور ان کے اور شم کے رشتہ عشق پر استہزا سے ہنسنے والے مولانا کے ساتھ زار و قطار رونے لگتے تھے۔

اس عالم میں رومی صرف سماع کا سہارا لئے زندہ رہے جس کا راستہ انہیں شم تبریزی نے دکھایا تھا اور اس طرح اس الیہ اور فراقیہ شاعری کا نزول ہوا جس کی اثر انگیزی فقید المثال ہے اور جودیوان جامع میں محفوظ ہے۔

کچھ عرصے بعد، بہر حال مولانا روم کی بے قراری کو قرار آیا۔ اپنے مریدوں اور چانہنے والوں کے بے پناہ اسرار پر وہ قوئیہ واپس تشریف لے آئے۔ لیکن انہوں نے دوبارہ مفتی و قاضی کا عہدہ گوارانہ کیا اور نہ ہی تدریس کو قبول کیا۔

اس کے کچھ عرصے بعد مولانا نے اپنے مقرب خاص جناب حسام الدین شلابی ارمنوی کے اصرار پر مشنوی مولوی و معنوی کا آغاز کیا۔ اس کی ابتدائی ۱۲۳۰ عیسوی سے عشرے کے اختتام پر ہوا تھا جب کہ سنہ ۱۲۷۳ عیسوی میں اس کی چھٹی جلد کا اختتام ہوا۔ دیوان کی غزلیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ غزلیات تخلیقِ مشنوی کے دوران بھی جاری رہیں کیونکہ ان میں جناب صلاح الدین زركوب اور حضرت حسام الدین شلابی ارمنوی کے اسماء کا بار بار ذکر ہے جب کہ آخرالذکر مشنوی کی تخلیق میں شب و روز مولانا کے ساتھ رہتے تھے۔

مشنوی مولانا روم کے لیے کہا گیا ہے کہ
ہست قراں در زبان پہلوی

کیونکہ مشنوی میں قرآن کی ۱۱۳ سورات کی متعدد آیات کی تفسیر درج ہے (قرآن کریم میں کل ۱۱۴ سورات ہیں)۔ اسی طرح دیوان شم تبریزی کی متعدد غزلیات بھی قرآنی آیات سے مرزین ہیں۔ (ان کا ابھی تک شمار نہیں کیا گیا ہے)۔

مولانا کے روم کی زندگی را و معرفت پر سفر سے عبارت ہے۔ لیکن اس میں گندھی ہوئی ایک ان کی ذاتی زندگی بھی تھی۔ زیر نظر مجموعے یہ خانہ آب و گل میں بیشتر وہ غزلیات شامل ہیں جو مولانا روم کی ذاتی زندگی کے نشیب و فراز کا نشان دیتی ہیں۔ ان غزلوں میں بہر حال وہ روحانی کیفیات، فکر اور نظریات جو مولانا روم کی شناخت ہیں، اس طرح پیوست ہیں جیسے پھول میں رنگ، یا پانی میں طراوت، کہ انہیں علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔

مثنوی اور دیوان جامع کے جو ہر کلام میں اس لحاظ سے فرق نہیں کہ دونوں ہی تھوف و طریقت کے مرقعہ جات ہیں۔ لیکن اس لحاظ سے بہت بڑا فرق ہے کہ مولانا نے مثنوی عامۃ الناس کے لیے تحریر کی تھی جب کہ دیوان جامع کی غزلیات انہوں نے اپنے محبوب کے لیے موزوں کی تھیں۔ اسی لیے جس "جلال الدین رومی" کا کشف ذات دیوان کی غزلوں میں ہوا ہے، اس تک مثنوی کبھی رسائی حاصل نہیں کر سکتی تھی۔

انتخابه دیوان سمش تبریز

۰

آن شکل بین وان شیوه بین وان قد و خد و دست و پا
آن رنگ بین و آهنگ بین و آن ماه بدر اندر قبا

از سرو گویم یا چمن، از لاله گویم یاسمن
از شمع گویم یا لگن یا رقص گل پیش صبا

ای عشق چون آتشکده، در نقش و صورت آمده
بر کاروان دل زده، یکدم امان ده یافته

در آتش و در سوزمن، شب می برم تا روز من
ای فرخ پیروز من از روی آن شمس الضحی

بر گرد ماپیش می تنم بی لب سلامش می کنم
خودرا زمین برمی زنم زان پیش کو گوید صلا

گلزار و باع عالمی، چشم و چراغ عالمی
هم درد و داغ عالمی چون پانهی اندر جفا

O

کیا شکل ہے، کیا شیوہ ہے، کیا قد و خد، کیا دست و پا
کیا رنگ، کیا آہنگ ہے، مہ کو چھپائے ہے قبا

تو سرہ ہے یا ہے جمن، تو لالہ ہے یا یامن
تو شمع یا قندیل ہے، یا رقص گل میں ہے ہوا

یہ عشق ہے آتش کدھ سب نقش و صورت ہے وہی
ہم دل زدوں کا کارواں ہے مانگتا جس سے اماں

اس آگ میں، اس سوز میں، میں روزو شب جلنے لگا
ہے فرخ پیروز تو میرے لیے نہش اضھی

اس ماہ پر گرداؤ رہوں، بے لب سلام اس کو کروں
تن کو زمیں پر ڈال دوں، جب تک کہے وہ الصلا

گلزارو باغ عالم کا تو، چشم و چراغ عالم کا تو
اور درد و داغ عالم کا تو، کرنے لگے جس دم جفا

آیم کنم جان را گرو، گویی مده زحمت ، برو
خدمت کنم تا واروم گوی که ای ابله بیا

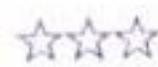
ای دل قرار تو چه شد؟ وان کار و بار تو چه شد؟
خوابت که می بندد چنین اندر صباح و درمسا؟

دل گفت حسن روی او، وان نرگس جادوی او
وان سنبل ابروی او، وان لعل شیرین ماجرا

ای عشق پیش هر کسی، نام و لقب داری بسی
من دوش نام دیگرت کردم که درد بیدوا

ای رونق جانم زتو، چون چرخ گردانم زتو
گندم فرست ای جان که تاخیره نگردد آسیا

دیگر نخواهم زد نقس، این بیت رامی گوی و بس
بگداخت جانم زین ہوس، ارفق بنایا ربنا



کرنے لگا میں جاں گرو، اس نے کہا ”زمت نہ دے“
چاکر بنوں، خدمت کروں تا وہ کہے ”نادان آ“

دل کا قرار آخر گیا سب کاروبار آخر گیا
اول شب و اول سحر، اک خواب رہتا ہے ترا

یہ دربا صورت ترمی، یہ نرگس جادو ترمی
یہ سنبل ابرو ترا اور لعل شیریں ذایقہ

اے عشق اوروں نے تجھے نام و لقب کیا کیا دیے
میں نام دوں گا دوسرا یعنی کہ درد لا دوا

اس جاں کی رونق تجھ سے ہے گردان ہوں میں جیسے فلک
جوں پاٹ لے چکی کا پھرے، اب بھیج گندم خوش لقا

اب میں نہ لب کھاؤں گا بس، اشعار یہ کافی سمجھو
چکھلی ہے جاں، بارے ہوں، ارفق بنایا رہنا گے



۰

ای خواجه نمی بینی این روز قیامت را
این یوسف خوبی را، این خوش قد و قامت را

ای شیخ نمی بینی این گوهر شیخی را
این شعشه نوری را این جاه وجلالت را

ای میر نمی بینی این مملکت جان را
این روضه دولت را این تخت و سعادت را

ای خوش دل و خوش دامن، دیوانه تُوی یا من
در کش قدحی بامن، بگذار ملامت را

چون آب روان دیدی، بگذار تیم را
چون عید وصال آمد، بگذار ریاضت را

خاموش! که خاموشی، بهتر زعل نوشی
در سوز عبارت را بگذار اشارت را

O

اے خواجہ نہ دیکھو گے اس روز قیامت کو؟
اس یوسفِ خوبی کو اس خوش قدوقامت کو

اے شیخ نہ دیکھو گے اس گوہر یکتا کو
ان نور کی کرنوں کو، اس جاہ و جلالت کو

سلطان نہ دیکھو گے اس مملکتِ جاہ کو؟
اس روضہ دولت کو، اس تخت و سعادت کو

خوش پیرہن و خوش دل، دیوانہ ہوں میں یا ٹو
پی ساتھ مرے یارا، اب بھول ملامت کو

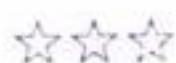
جب آب روای دیکھا، کیا کامِ تیم کا
جب عیدِ وصال آئی پھر چھوڑ ریاضت کو

خاموش کہ خاموشی ہے شہد سے بھی بہتر
اب پھونک عبارت کو اور چھوڑ اشارت کو

شمس الحق تبریزی ای مشرق تو جانها
از تابش تو باید این شمس حرارت را



شمسِ الحقِ تبریزی تو روح کا مشرق ہے
تابش سے تری پہنچا ہر شمس حرارت کو



۰

ای عاشقان ای عاشقان امروز ماییم و شما
افتاده در غرقابها تا خود که داند آشنا

گرسیل عالم پر شود هر موج چون اشتراشود
مرغان آبی راچه غم، تاغم خورد مرغ هوا

مارخ زشکر افروخته، با موج بحر آموخته
زان سان که ماهی را بود دریا و توفان جان فزا

ای شیخ مارا فوطه ده وی آب مارا غوطه ده
ای موسی عمران بیابر آب دریازن عصا

این باد اندر هر سری سودای دیگر می پزد
سودای آن ساقی مرا، باقی همه آن شما

دی روز مستان رابه ره بربود آن ساقی گله
امروز می در می دهد تا برکند از ماقبا

O

اے عاشقان، اے عاشقان ہیں آج تم اور ہم یہاں
غرقاب ہیں اس جھیل میں، ہیں تیرنے سے آشنا

سیلاں آجائے اگر موجود فلک تک جس کی ہوں
کیا ڈر پر عد آب کو، ڈرتا رہے مرغ ہوا

روشنِ حلادت سے ہیں رخ، ہم موج و دریا دان ہیں
ہوتے ہیں مجھلی کے لیے دریا و طوفان جانفرزا

دستار دے اے شیخ ہمیں، اے آب ہم کو غوطہ دے
اے موئی عمران آ اور مار پانی پر عصا

ساقی کا سودا ہے ہمیں، باقی مبارک غیر کو
ہر سر میں سودا دوسرا بھرنے لگی دیکھو ہوا

ساقی نے کل اس راہ میں سر سے اڑا لی تھی کلمہ
اور آج دیتا ہے سبو تن سے اتارے تا قبا

ای رشک ماه و مشتری با ما و پنهان چون پری
خوش خوش کشانم می بردی آخر نگو بی تاکجا

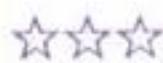
بر جاروی تو بامنی ای هر دو چشم و روشنی
خواهی سوی مستیم کش، خواهی ببر سوی فنا

عالم چو کوه طوردان ما همچون موسی طالبان
هر دم تجلی می رسد برمی شکافد کوه راه

یک پاره اخضر می شود یک پاره عبهر می شود
یک پاره گوهر می شود یک پاره لعل و کهربا

ای طالب دیدار او بنگر درین کهسار او
ای که چه باده خورده ای مامست گشتم از صدا

ای باغبان ای باغبان در ما چه در پیچیده ای
گر برده ایم انگور تو، تو برده ای انبان ما



اے رشک مہ و مشتری پہاں ہے تو جسے پری
کھینچ لیے جاتا ہے تو آخر کہاں، آخر کہاں

جائے جہاں میں ساتھ ہوں اے جان و دل کی روشنی
مست کی جانب لے چلے یا لے چلے سونے فنا

دنیا بھی کوہ طور ہے، مانندِ موئی ہم بھی ہیں
ہر دم تجلی ہے وہی، صد پارہ ہے دل کوہ کا

سربرز اک پارہ ہوا، اک پارہ نرجس بن گیا
اک پارہ گوہر بن گیا، اک پارہ لعل و کہرا

اے طالب دیدار سن، آوازہ کبار سن
ے کیسی پی اس کوہ نے، دل مست ہیں سن کر صدا

اے باغبان ہم میں نہاں کیا کر دیا تو نے بتا
تیرے پنے انگور اگر تو نے وہ کیسہ لے لیا

۰

امروز دیدم یار را، آن رونق هر کار را
می شد روان بر آسمان همچون روان مصطفی

خورشید از رویش خجل، گردون مشبك همچون دل
از تابش او آب و گل افزون ز آتش درضیا

گفتم که بنما نرد بان تا بر روم بر آسمان
گفتا سر تو نردبان، سر را در آور زیر پا

چون پای خود بر سر نهی، پابر سر اختر نهی
چون تو هوارا بشکنی، پا بر هوابه هین بیا

بر آسمان و بر هوا، صد ره پدید آید ترا
بر آسمان پران شوی هر صبحدم همچون دعا



O

دیکھا ہے میں نے یار کو، اس رونق پرکار کو
یوں آسمان پر تھا رواں جیسے روانِ مصطفیٰ کے

خورشید ہے اس سے بخل، دل کی طرح ہے آسمان
اس کا اسیر، اور آب و بگل کی ہے غذا اس کی خیا

میں نے کہا زینہ دکھا، پہنچوں فلک تک کس طرح
اس نے کہا، زینہ ہے سر، اس سر کو لے آ زیر پا

رکھے گا جب سر پر قدم، بچھ جائیں گے تارے وہیں
چلنے لگے گا باد پر، توڑے گا تو جس دم ہوا

ہیں آسمان اور باد میں تیرے لیے سو راستے
سوئے فلک ازتا ہے تو ہر صبح دم جیسے دعا



۰

ای شاه جسم و جان ما، خندان کن دندان ما
سرمه کش چشمان ما، ای چشم جان راتوتیا

ای مه زاجلالت خجل، عشقت زخون ما بحل
چون دیدمت می گفت دل، جاء القضا، جاء القضا،

ماگوی سرگردان تو، اندر خم چوگان تو
گه خوانیش سوی طرب، گه رانیش سوی بلا

گه جانب خوابش کشی، گه سوی اسبابش کشی
گه جانب شهر بقا، گه جانب دشت فنا

گه شکر آن مولی کند، گه آه وا ویلی کند
گه خدمت لیلی کند، گه مست و مجنون خدا

خان را تو پیدا کرده ای، مجنون و شیدا کرده ای
گه عاشق گنج خلا، گه عاشق رو وی ریا

۱۷/۵

○

اے شاہِ جسم و جاں مرے، اے رونقِ دندان مرے
آنکھوں کے میری سرمه کش، اے چشمِ جاں کے تو تیا

۰۶/۲/۱۶

اجمال سے بے مہنجل، بے عشق میرے خون میں حل
دیکھا تھے، دل نے کہا، جاءِ القضاۓ، جاالقتضاۓ

۶

ہم گیند سرگردان تری، چوگاں کے خم میں ہیں سدا
چاہے بُلا سوئے طرب، یا پھینک دے سوئے بلا

گہہ خواب میں لے جائے ٹو، بتلائے گہہ ان کے سب
گہہ جانب شہر بقا، گہہ جانب دشت فنا

گہہ مدحتِ مولیٰ کرے گہہ آہ و واویلا کرے
گہہ خدمتِ لیلی کرے، گہہ مت و مجنونِ خدا

پیدا کیا اس جان کو، مجنون کیا شیدا کیا
گہہ عاشق کجھ خلا، گہہ عاشق رو و ریا

گه قصد تاج زر کند، گه خاکها بر سر کند
 گه خویش را قیصر کند، گه دلق پوشد چون گدا

طرفه درخت آمد کزو گه سیب روید گه کدو
 که زهر روید گه شکر، گه درد روید گه دوا

جویی عجایب کاندرون، گه آب رانی گاه خون
 گه بادهای لعل گون، گه شیر و گه شهد شفا



گہمہ روند ڈالے تاج وہ، گہمہ سر پہ ڈالے خاک وہ
گہمہ بن گئے وہ پادشہ، گہمہ بن گئے مسکیں گدا

سیب اور کدو جس میں اگیں، طرفہ شجر ٹو نے دیا
ہے زہر اس میں اور شنگر، ہے درد اس میں اور دوا

کہی عجب یہ نہر ہے، پانی بھی اس میں، خون بھی
اس میں شراب لالہ گوں، اور دودھ اور شہد صفا



۰

مشوقه به سامان شد، تاباد چنین بادا
کفرش همه ایمان شد، تاباد چنین بادا

ملکی که پریشان شد، از شومی شیطان شد
باز آن سلیمان شد، تاباد چنین بادا

یاری که دلم خستی، در برخ مابستی
غمخواره یاران شد، تاباد چنین بادا

هم باده جدا خوردی، هم عیش جدا کردی
نک سرده مهمان شد، تاباد چنین بادا

زان خشم دروغینش، زان شیوه شیرینش
عالم شکرستان شد، تاباد چنین بادا

از دولت محزونان، وزهمت مجنونان
آن سلسله جنبان شد، تاباد چنین بادا

O

معشوقہ ہوئی مائل، پائیندہ رہے یوں ہی
وہ کفر اب ایماں ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

گر ملک پریشاں تھا، شیطان کی شرارت تھی
پھر دورِ سلیمان ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

جو یار ستاتا تھا چہرہ نہ دکھاتا تھا
غم خوارہ یاراں ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

چیتا تھا الگ بادہ، لیتا تھا الگ لذت
لو آج وہ مہماں ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

جمحوٹا تھا ترا غصہ، شیریں ہے ترا شیوه
عالم شکرستاں ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

محرونوں کے باعث اور مجمنوں کی ہمت سے
وہ سلسلہ جنباں ہے، پائیندہ رہے یوں ہی

عید آمد و عید آمد، یاری که رمید آمد
عیدانه فراوان شد، تاباد چنین بادا

آن باد هوا را بین، زافسون لب شیرین
بانای در افغان شد، تاباد چنین بادا

از اسلم شیطانی، شد نفس تو ربانی
ابلیس مسلمان شد، تاباد چنین بادا

بر روح برافزودی، تابود چنین بودی
فر تو فروزان شد، تاباد چنین بادا

خاموش که سر مستم، برست کسی دستم
اندیشه پریشانشد، تاباد چنین بادا



عید آئی ہے عید آئی، پچھرا ہوا یار آیا
عیدی بھی فرداں ہے، پائندہ رہے یوں ہی

جمونکا تھا ہوا کا جو، ان ہوتوں کے جادو سے
اس نے میں پرافقاں ہے، پائندہ رہے یوں ہی

شیطان کے تصرف سے آزاد ہوئیں روئیں
ابیں مسلمان ہے، پائندہ رہے یوں ہی

تو روح میں افزوں تھا، سُو تجھ کو تو ہونا تھا
اب نور فروزان ہے، پائندہ رہے یوں ہی

خاموش نشے میں ہوں، وابستہ کسی سے ہوں
یہ ذہن پریشان ہے، پائندہ رہے یوں ہی



۰

خواجه بیا، خواجه بیا، خواجه دگر بار بیا
دفع مده، دفع مده، ای مه عیار بیا

عاشق مهمور نگر، عالم پر شور نگر
تشنة مخمور نگر، ای شه خمار بیا

پای توی دست توی، هستی هر هست توی
بلبل سرمست توی، جانب گلزار بیا

گوش توی، دیده توی، وزهمه بگزیده توی
یوسف دزدیده توی، برسر بازار بیا

ازنظر گشته نهان، ای همه راجان وجهان
بار دگر رقص کنان بی دل و دستار بیا

روشنی روز توی، شادی غم سوز توی
ماه شب افروز توی، ابر شکر بار بیا

O

اے مرے صاحب آجا، خواجہ پھر اک بار آجا
ایسے بہانے نہ بنا، اے میر عیار آجا

عاشقِ محور ہوں میں، عالم پر شور ہے یہ
تشنه و مخمور ہوں میں، اے شہرِ خمار آجا

پاؤں بھی تو ہاتھ بھی تو، تو ہے وجودِ ہستی
بلبلِ سرمت ہے تو، جانبِ گلزار آجا

کان بھی تو، آنکھ بھی تو، اور دونوں سے بڑھ کر
یوسفِ ذریدہ مرے، برسرِ بازار آجا

آنکھ سے کیوں اوچل ہے، خلق کے اے جان وجہاں
پھر سے یونہیِ رقص کناں، بے دل و دستار آجا

روشنی روز ہے تو، شادیِ غم سوز ہے تو
ماہِ شبِ افروز ہے تو، ابر گھر بار آجا

ای علم عالم نو، پیش تو هر عقل گرو
گاه میا، گاه مرو، خیز به یک بار بیا

ای دل آغشته به خون، چند بود شور و جنون
پخته شد انگور کنون، غوره میفسار بیا

ای شب آشفته برو، وی غم ناگفته برو
ای خرد خفته برو، دولت بیدار بیا

ای دل آواره بیا وی جگر پاره بیا
ور ره در بسته بود، از ره دیوار بیا

ای نفس نوح بیا وی هوس روح بیا
مرهم مجروح بیا صحت بیمار بیا

بس بود ای ناطق جان، چند ازین گفت زبان
چند زنی طبل بیان، بی دم و گفتار بیا



عالمِ نو کے پرچم، عقل ہے تجھ سے حیراں
چھوڑ یہ آنا جانا، اٹھ کے بس اک بار آجا

دل مرا آغثہ بہ خون، بہت ہوا شور و جنون
پک گئے انگور بھی اب، اب تو مرے یار آجا

اے شب آشۂ دفع، اور غم ناگفتہ دفع!
سوئی خرد دور ہو تو، دولت بیدار آجا

اے دل آوارہ مرے، آجا جگر پارہ مرے
بند جو دروازہ ملے، ازرو دیوار آجا

اے نفسِ نوح مرے، اے ہوں روح مری
مرہمِ محروم مرے، صحت یکار آجا

بس کر اب اے ناطق جا، بولے کہاں تک یہ زبان
کب تک یہ طبل بیاں، بے دم و گفتار آجا

۰

دی سحری بر گذری گفت مرا یار
شیفته و بیخبری چند ازین کار

چهره من رشک گل و دیده خود را
کرده پُر از خون جگر، در طلب خار

گفتم کی پیش قدت سرو نهالی
گفتم کی پیش رخت شمع فلک تار

گفتم کی زیر و زبر چرخ و زمینت
نیست عجب گر بر تو نیست مرا بار

گفت منم جان و دلت خیره چه باشی
دم هزن و باش بر سیمبرم زار

گفتم کی از دل و جان بُرده قراری
نیست مرا تاب سکون گفت به یکبار

O

کل صدم کہنے لگ مجھ سے میرا یار
وائے تری بے خبری رفتہ اذکار

چہرہ مرا رشک گل اور آنکھ تری تر
خون جگر سے لبالب، مانگتا ہے خار

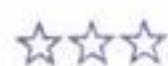
میں نے کہا، قد سے ترے سرو ہے پودا
میں نے کہا، رخ سے ترے شمع فلک تار

میں نے کہا زیر و زبر تیری زمیں ہے
کیا ہے عجب بر میں ترے مجھ کو نہیں بار

کہنے لگ جان تری کیوں ہوئی بہکان
کھول نہ لب چاہ یہ آغوش چمن زار

میں نے کہا مجھ کو قرار آ نہیں سکتا
مجھ میں کہاں تاب سکوں، بولا وہ یک بار

قطره دریای منی دم چه زنی بیش
 غرقه شو و جان صدف پر زگهر دار



قطرہ ہے تو دریا ہوں میں، اور نہ کچھ کہہ
ڈوب کہ ہو جائے صدف تیرا گھر دار



۰

آمد بُت میخانه تا خانه برد مارا
بنمود بهار نو تا تازه کند مارا

بکشاد نشان خود بربست میان خود
پر کرد کمان خود تاراه زند مارا

صد نکته در اندازد، صد دام دغل سازد
صد نرد عجب بازد تا خوش بخورد مارا

رو سایه سروش شو، پیش و پس او می دو
گرچه چو درخت نو، از بن بکند مارا

باز آمد و باز آمد آن عمر دراز آمد
آن خوبی و ناز آمد تا داغ نهد مارا

آن جان و جهان آمدو آن گنج نهان آمد
وان فخر شهان آمد تا پرده درد مارا

O

آیا بت میخانہ اور گھر سے لیا مجھ کو
کر دے گا مجھے تازہ دھلا کے بہار نو

ابرا کے علم اپنا پر کر کے کماں اپنی
رکھا ہے نشانے پر رہن نے مرے مجھ کو

سو نکتے اٹھاتا ہے سو جال بچھاتا ہے
سو مہرے بڑھاتا ہے تا کھالے وہیں مجھ کو

اُس سرو کا سایہ بن، کر قد کا طواف اس کے
گو جز سے اکھڑے گا وہ مثل شجر مجھ کو

پھر آیا وہ پھر آیا، وہ عمر دراز آیا
وہ خوبی ناز آیا، تا داغ کرے مجھ کو

وہ جان جہاں آیا، وہ نجی نہاں آیا
وہ فخر شہاں آیا تا فاش کرے مجھ کو

شمس الحق تبریزی در برج حمل آمد
تابرشجر فطرت خوش خوش بپرداز مارا



لیوں برج حمل میں ہے شمس الحق تبریزی
فطرت کے شجر پر وہ تا پختہ کرے مجھ کو



O

من رسیدم به لب جوی وفا
دیدم آنجا صنمی روح فرا

سپه او همه خورشید پرست
همچو خورشید همه بی سروپا

بشناز آیت مجید قرآن
گر تو باور نکنی قول مرا

قد و اوتیت تملکیم امراء جدت
اویت من کل شی ، ولها

چونگ خورشید نمودی رخ خود
سجده دادیش چو سایه همه را

من چوهد هد بپریدم به هوا
تارسیدم به در شهر سبا

O

کل جو پہنچا میں لب جوئے وفا
میں نے دیکھا صنم روح فرا

اس کی کل فوج تھی خورشید پرست
مثل خورشید تھے سب بے سروپا

سن لو یہ آیت قرآن مجید
باور آئے نہ اگر قول مرا

انی تملکهم کہ امراء جدت
اویتیت من کل شنی ولحا

جب کہ خورشید نے رخ دکھایا
بن کے سایہ کیا سب نے سجدہ

میں تو ہدہد ہوں ہوا میں اڑتا
کہ پہنچنا ہے مجھے شہر صبا

۰

باردگر آن دلبر عیار مرا یافت
سرمست همی گشت به بازار مرا یافت

پنهان شدم از نرگس مخمور مرا دید
بگریختم از خانه خمار مرا یافت

بگریختنم چیست کزو جان ببرد کس
پنهان شدم چیست چو صد بار مرا یافت

گفتم که در انبوهی شهرم کی بباید
آنکس که در انبوهی اسرار مرا یافت

ای مردہ که آن غمزه غماز مرا جست
وی بخت که آن طرہ طرار مرا یافت

من از کف پاخار همی کردم بیرون
آن سرودو صد گلشن و گلزار مرا یافت

O

اک بار پھر اس دلبر عیار کو میں مل گیا
وہ مت جاتا تھا یونہی بازار کو میں مل گیا

چھپتا تھا میں اس نرگسِ مخمور سے، دیکھا گیا
بھاگا تھا میں اک خانہ خمار کو میں مل گیا

کیا بھانگنے سے ہو کہ اس سے جان ہے کسی کی بچی
چھپنے سے کیا حاصل کہ میں سو بار اس کو مل گیا

پوچھا کہ میں اس شہر کے انبوہ میں کیسے ملا؟
اس سے جسے انبوہ میں اسرار کے میں مل گیا

مردہ کہ ڈھونڈا مجھ کو میرے غزہ غماز نے
کیا بخت ہے اس طرہ طرار کو میں مل گیا

پل پھر کہیں بیٹھا تھا میں، کانٹا نکالوں پیر سے
اس سرو دو صد گلشن و گلزار کو میں مل گیا

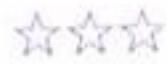
من گمتشدم از خرمن آن ماه چوکیله
امروز مه اندر بن انبار مرا یافت

ازخون من آثار به هر راه چکیدست
اندر پی من بود به آثار مرا یافت

چون آهو از آن شیر رمیدم به بیابان
آن شیر گه صید به گیسار مرا یافت

جامی که بُرداز دلم آزار به من داد
آن لحظه که آن یار کم آزار مرایافت

امروز نه هوش است و نه گوش است و نه گفتار
کان اصل غر اندیشه و گفتار مرایافت



پیانے کی مانند اس خرمن میں تھا کھویا گیا
تہہ تک تلاشا اس نے جب انبار کو، میں مل گیا

پکا تھا میرا خوب جہاں، آثار تھے ہر را پر
وہ دیکھتا آگے بڑھا آثار کو، میں مل گیا

اس شیر سے میں مثل آب تو تھا گریزانِ دشت میں
ڈھوندا مجھے شیروں کے جب کبار میں، میں مل گیا

ہر جام جو پیتا تھا میں، آزار دیتا تھا مجھے
اس لحظہ جب اس یارِ کم آزار کو میں مل گیا

نے آج مجھ کو ہوش بے، نے گوش نے گفتار بے
اصحیتِ افکار اور گفتار کو میں مل گیا



۰

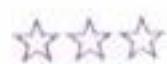
ای یار ما دلدار ما ای عالم اسرار ما
ای یوسف دیدار ما ای رونق بازار ما

نکبر دم امسال ما، خوش عاشق آمد یار ما
ما مفلسانیم و توی صد گنج و صد دینار ما

ما خستگانیم و توی صد مرهم بیمار ما
ما بس خرابیم و توی هم از کرم معمار ما

من دوش گفتم عشق را ای خسرو عیار ما
سر در مکش، منکر مشو، تو بُرده ای دستار ما

واپس جو ایم داد او، نی از توتست این کار ما
چون هرچه گویی وادهد همچون صدا کهسار ما



O

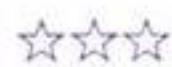
تو یار ہے، دلدار ہے، اک عالم اسرار ہے
تو یوسف دیدار ہے اور رونق بازار ہے

اسال بازمی لڑگنی ہم کو ملا تجھ سا ضم
مغلس ہیں ہم تو ہی ہمارا گنج وسو دینار ہے

ہم تھک چکے ہیں تو ہمارا مرہم بیمار ہے
ہم ٹوٹے پھوٹے تو ہمارا مہرباں معمار ہے

میں نے کہا کل عشق سے اے خرو عنیارُسن
منھ مت چھپا، تو نے ہی چوری کی مری دستار ہے؟

اس نے کہا اچھا تو یہ تیرا ہی الثا کار ہے؟
تو جو کبھے بس وہ ہی دھراتا مرا کھسار ہے



۰

دوش آن جانان ما افتان و خیزان یک قبا
مست آمد بایکی جامی پراز صرف صفا

جام می می ریخت ره زانک مست مست بود
خاک ره می گشت مست و پیش او می کوفت پا

صد هزاران یوسف از حُسنش چومن حیران شده
ناله می کردند کی پیدای پهنان تا کجا

جیبها بشکافته آن خویشتن داران زعشق
دل سبک مانند کاه و رویها چون کیربا

عالی می کرده خرابه از برای یک کرشم
وز خمار چشم نرگس عالی دیگر هبا

ترک و هندو مست و بد مستی همی کردند دوش
چون دو خصم خونی ملحد دل دوزخ سزا

O

آیا تھا کل جاناں مرا، پی کر بس ایک جامِ صفا
افتاب و نیڑاں مت تھا، تھی جسم پر بس اک قبا

رو میں گرا اس کا سبو، سرمت اس دلدار سے
اور راستے کی خاک کے ذریوں میں اٹھا غفلہ

یوسف بزراؤں یہ تبہ میرنی طرح حیران ہے
یہ اس کی پیاس و سعین آخہ کہاں تک یا خد

اس خاکِ رہ کے سامنے تھی سب کی جاں سجدہ کنائ
دامن پھٹا اور دل سبک، رخ جیسے مقناطیس تھا

بس اک کرشمے سے کیا برباد کل عالم کو کل
پھر نگسِ خمار سے پیدا کیا تازہ جہاں

کل ترک و ہندو مت تھے، کرتے تھے کیا انگھیلیاں
ملحد ہوں دونوں جس طرح، لائق بہ تعزیر و مزا

گه به پای همد گر چون مجر مان معترف
می فتادندی به زاری جان سپار و تن فدا

باز دست همد گربگر فته آن هندو و ترک
هر دو در رو، می فتادند پیش آن مه روی ما

یک قبح پر کرد شاه و داد ظاهر آن به ترک
وزنهان بایک قبح می گفت هندو رابیا

آن یکی صوفی مقیم صومعه پاکی شده
وین مقام در خراباتی نهاده رختها

چون پدید آمد زدور آن فتنه جانهای حور
جام در کفسکر در سر، روی چون شمس الضحی

ترس جان در صومعه افتاد زان ترسا صنم
می کش و زنار بسته صوفیان پارسا

وان مقیمان خراباتی از آن دیوانه تر
می شکسته خمهاو می فکند ند چنگ و نا

پڑنے لگے پاؤں کبھی ایک دوسرے کے دم ب دم
 مجرم ہوں جیسے معرفت کرتے ہوں جان و تن فدا

پھر ترک و ہندو ہاتھ تھامے گرپڑے، سجدہ کیا
 اس خاک کو جس پر مرا مہرو تھا خندہ رو کھڑا

اس شہر نے گو ظاہر کیا ہے ٹرک کو دینا سبو
 لیکن خنی، ہندو سے بھی کہنے لگا اے خواجہ آ

ان میں سے اک رہنے لگا اچھی عبادت گاہ میں
 اور دوسرا، سامان اٹھا، مے خانے میں جا کر با

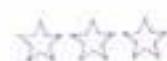
لیکن ہوا جب دور سے ظاہر ہمارا مہ جبیں
 ساغر بکف، سر میں نشہ، چہرہ لیے خورشید سا

پہلی بھی ایسی عبادت گاہ میں سب ڈر گئے
 وحشت سے تھرانے لگے زنار والے پارسا

مے خانے میں تھے جو کمیں حال ان کا ابتر ہو گیا
 پہنچنکا سبو، پیکانہ توڑا، چنگ کو نکڑے کیا

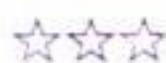
شور و شر و نفع و ضرر و خوف و امن و جان و تن
جمله را سیلا ب برده می کشاند سوی لا

نیم شب چون صبح شد، آواز دادند موذنان
اینها العشق قوموا واستعدوا و الصلا



اف شور و شر، نفع و ضر، جنگ و امن، آه و بکا
سب کو بہا کر لے گیا سیلاب آخر سونے لا

جب نصف شب آئی سحر، انحصار موزان باگنگ دی
آیحا العشق قوموا و استعدوا العملاء



۰

بعد از سماع گویی، کان شورها کجا شد
یا خود نبود چیزی، یا بود آن فناشد

منکر مباش بنگر، اندر عصای موسی
یک لحظه آن عصابد، یک لحظه اژدها شد

چون اژدها ست قالب لب رانهاده برلب
کو خورد عالمی را وانگه همان عصا شد

الحق نهان سپاهی، پوشیده پادشاهی
هر لحظه حمله آرد، وانگه به اصل واشد

گرچه زما نهان شد، در عالمی روان شد
تائیستش نخوانی، گر از نظر جدا شد

هر حالتی چو تیرست اندر کمان قالب
رو در نشانه جویش گر از کمان رها شد

○

بعد از سماع، بولو، وہ شور اب کہاں ہے
یا تو وہ کچھ نہیں تھا، یا تھا مگر فنا ہے

انکار مت کرو تم، دیکھو عصائے موئی
اک لحظہ وہ عصا ہے، اک لحظہ اژدها ہے

قالب کے بھی اژدها ہے، ہیں بند ہونٹ اس کے
عالم کو کھا پکا ہے، اب پھر سے وہ عصا ہے

الحق نہاں ہے شکر، پوشیدہ بادشاہ ہے
ہر لمحہ کر کے جملہ، گم اصل میں ہوا ہے

پوشیدہ گر ہے ہم سے عالم میں وہ روایت ہے
کیے کہیں نہیں ہے، نظروں سے گر نہاں ہے

قالب کی اس کماں میں، ہے تیر تو ہمیشہ
ڈھونڈ اس کا تو نشانہ، چھوٹا ہے گر کماں سے

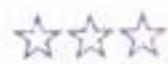
گرچه صدف زساحل، قطره ربود و گم شد
در بحر جوید او را، غواصی کاشناشد

از میل مرد و زن خون جوشید و آن منی شد
وانگه از آن دو قطره یک خیمه در هواشد

وانگه زعالم جان آمد سپاه انسان
عقلش و زیر گشت و دل رفت پادشاشد

تا بعد چند گاهی دل یار شهر جان کرد
وانگشت جمله لشکر در عالم بقا شد

گویی چگونه بائد آمد شد معانی
اینک به وقت خفتن بنگر گره کشاشد



ساحل سے لے کے قطرہ گم سیپ ہو گئی ہے
دریا میں ڈھونڈ لے گر غواص آشنا ہے

رغبت سے مرد و زن کے خون نے منی بنائی
دو قطروں نے ہوا میں خیمه لگادیا ہے

اس دم جہان جاں سے آئی پاہ انساں
دانش وزیر اس کی، دل اس کا بادشاہ ہے

پھر یار کو بنایا اس دل نے شہر جاں کا
اور پھر وہ جملہ لشکر گم ہو گیا بقا میں

کیسی رہی بتاؤ، یہ آمد معانی
سونے کے وقت دیکھو، کیسی کھلی گرہ ہے



۰

این خانه که پیوسته درو بانگ چغانه ست
از خواجه بپر سید که این خانه چه خانه ست

این صورت بت چیست اگر خانه کعبه ست
وین نور خدا چیست اگر دیر مغانه ست

گنجیست درین خانه که درگون نگنجد
این خانه واين خواجه همه فعل وبهانه ست

بر خانه منه دست که این خانه طلسست
با خواجه مگو بید که او مست شبانه ست

خاک و خس این خانه همه عنبر و مشکست
بانگ در این خانه همه بیت و ترانه ست

فی الجمله هر آنکس که در این خانه رهی یافت
سلطان زمینست و سلیمان زمانه ست

O

اس گھر میں مسلسل ہے مجیدوں کا ترانہ
یہ کیا ہے گھر، کون ہے یہ صاحبِ خانہ

یہ صورتِ بت کیا ہے جو ہے خانہِ کعبہ
یہ نورِ خدا کیوں ہے جو ہے دیرِ مغانہ

ہے یاں وہ خزانہ کہ جہاں میں نہ سائے
ہیں صاحب و خانہ تو فقطِ فعل و بہانہ

اس گھر پر نہ رکھ باتھ کہ یہ گھر ہے طسمی
مالک سے نہ کہنا کہ ہے وہ مستِ شبانہ

اس گھر کی خس و خاک بھی ہے عنبرِ مشکیں
دروازے کی آواز بھی ہے بیت و ترانہ

فی جملہ یہاں رہنے کی ہے جس کو اجازت
سلطان زمیں ہے وہ سلیمان زمانہ

ای خواجه یکی سر تو ازین بام فروکن
کندر رخ خوب تو زاقبال نشانه ست

سوگند به جان تو که جز دیدن رویت
گر ملک زمین است فسونست و فسانه ست

حیران شده بستان که چر برگ و شگوفه ست
واله شده مرغان که چه دامست و چه دانه ست

این خواجه چرخست که چون زهره و ماه است
وین خانه عشق است که بی حد و کرانه است

مستند همه خانه کسی را خبری نیست
از هر کی درآید که فلانست و فلانه ست

مستان خدا گرچه هزارند یکی اند
مستان هوا جمله دو گانه ست و سه گانست



اس تیرے حسیں رخ پہ ہے اقبال فروزان
سر نیچے تو کر بام سے اے صاحب خانہ

سو گند ترمی اس رخ روشن کے علاوہ
گر ملک زمیں ہے تو ہے افسون و فسانہ

حیراں ہے گھنمان کہ کیا پھول ہیں کیا پات
والہ ہیں پرندے کہ ہے جو دام جو دانہ

یہ صاحب افلاک ہے جوں ہبڑہ وجوں ماہ
یہ خانہ عشق ہے بے حد و کرانہ

اس گھر میں سمجھی مت ہیں کب ان کو خبر ہے
جو اس میں چلے آئے فلاں ہیں کہ فلاں

متانِ خدا گو کہ ہزاروں ہوں پہ ہیں ایک
متان ہوا، جملہ دو گانہ و سہ گانہ



۰

مهماں شاهم هر شبی بر خوان احسان و وفا
مهماں صاحب دولتم، که دولتش پاینده با

برخوان شیران یک شبی بوزینه ای همراه شد
استیزه روگر نیستی، اواز کجا شیراز کجا

بنگر که از شمشیر شه در قهر مان خون می چکد
آخر چه گستاخی است این، والله خطا والله خطا

گر طفل شیری پنجه زد بر روی مادر ناگهان
تو دشمن خود نیستی، بروی منه تو پنجه را

آنکو زشیران شیر خورد، او شیر باند نیست مرد
بسیار نقش آدمی دیدم، که بود آن ازدها

نوح ارچه مردم وار بُد، توفان مردم خوار بُد
گرهست آتش ذره‌ی، آن ذره دارد شعله‌ها

O

ہر شب ہوں مہماں شاہ کا ہے خوانِ احسان وِوفا
پائیدہ ہو یہ سلطنت، یہ مملکت پائے بقا

اک رات بوزینہ گیا شیروں^۹ کے دستِ خوان پر
زور آزمائی کے لیے، پس وہ کجا اور یہ کجا

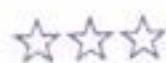
ہشیار! یہ شمشیر شہ خونخوار ہے اور تیز ہے
کیوں اس قدر گستاخ ہے، واللہ خطا، واللہ خطا

گر تو ہو بچہ شیر کا، اس پر بھی ماں کے منہ نہ آ
تو اپنا دشمن خود نہ بن، اس کو نہ یوں پنجے دکھا

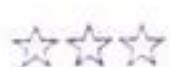
شیروں کا دودھ اس نے پیا، آدم نہیں وہ شیر ہے
دیکھے ہیں کتنے آدمی جو اصل میں تھے اڑدھا

گو نوح مردم دار تھے، طوفان مردم خوار تھا
گر آگ کا ذرہ بھی ہو، شعلہ اُسی میں ہے نہاں

شمشیرم و خون ریز من، هم نرمم و هم تیز من
همچون جهان فانیم، ظاهر خوش و باطن بلا



مہر و مرا خوں ریز ہے، گبھہ نرم ہے گبھہ تیز ہے
فانی جہاں جیسا ہے وہ ظاہر حسین باطن بلا



۰

چه چیز سـت آـنـک عـکـس او حـلاـوت دـاد صـورـت رـا
چـون آـن پـنـهـان شـود گـوـیـی کـه دـیـوـی زـاد صـورـت رـا

چـوـبر صـورـت زـندـیـک دـم، زـعـشـق آـید جـهـان بـرـهـم
چـوـ پـنـهـان شـد، در آـید غـم، نـبـیـنـی شـاد صـورـت رـا

اـگـر آـن خـود هـمـین جـانـست، چـرا بـعـضـی گـرانـجـانـست
بـسـی جـانـی کـه چـون آـتش دـهـد بـرـ بـاد صـورـت رـا

و گـرـ عـقـلـسـت آـن پـرـ فـن، چـرا عـقـلـی بـُـود دـشـمن
کـه مـکـرـعـقـل بـد درـتـن گـنـد بـنـیـاد صـورـت رـا

چـوـبا تـبـرـیـز گـرـدـیدـم زـشـمـس الدـین بـپـرـ سـیدـم
از آـنـسـرـی کـزو دـیدـم هـمـه اـیـجـاد صـورـت رـا



O

وہ کیا شے ہے کہ دیتی ہے حلاوت ایسی صورت کو
اگر گم ہو تو ابیسی بنادیتی ہے صورت کو

جو صورت میں سا جائے، جہاں ہو عشق سے براہم
جو چھپ جائے، در آئے غم، نہ دیکھیں شاد صورت کو

اگر وہ جان ہے، کیوں بعض جانیں ہیں گراں اتنی
کنی جانیں تو کر دیتی ہیں بس برباد صورت کو

اگر وہ عقل پُر فن ہے تو پھر ہے عقل کیوں دشمن
کہ مکر عقل بد کرتا ہے بد نیاد صورت کو

میں جب تبریز سے لوٹوں تو شمس الدیں سے پوچھوں گا
مجھے اس نے دکھایا ہے ہمہ ایجاد صورت کو

۰

ای باد بی آرام ما باگل بگو پیغام ما
کای گل گریز اندر شکر چون گشتنی از گلشن جدا

ای گل زاصل شکری، تو باشکر لایق تری
شکر خوش و گل هم خوش واز هر دو شیرین تر وفا

رخ بر رخ شکر بنه، لذت بگیر و بوبده
در دولت شکر بجه از تلخی جورفنا

اکنون که گشتنی گلشکر، قوت دلی نور نظر
از گل بر آبر دل گذر، آن از کجا؟ این از کجا؟

با خاربودی همنشین جون عقل با جانی قرین
بر آسمانرو از زمین منزل به منزل تعالقا

در سر خلقان می روی، در راه پنهان می روی
بستان به بستان می روی آنجا که خیزد نقشها

O

اے باد بے آرام تو اس گل کو یہ پیغام دے
اے گل نہ پائے گا شکر گشن سے ہو کر تو جدا

شکر ہی تیری اصل ہے، شکر سے لائق تر ہے تو
ہے خوب شکر، خوب گل، دونوں سے شیریں تر وفا

رخسار رکھ اس قند پر، لذت اٹھا، خوشبو اڑا
مت جنگ کر اس قند سے، بس تلخ ہے جو ر فنا

تو بن گیا ہے گل شکر، آرام دل نور نظر
مشی سے اٹھ، دل سے گزر، پس وہ کجا اور یہ کجا

کانوں کا تھا تو ہم نہیں، جوں عقل سے ہے جاں قریں
اب سیر کر افلاک کی، منزل بے منزل تا تقا

تخلیق کا جو راز ہے پہاں ہے اس کا راستہ
گلشن بے گلشن تو روایں کہنچے گئے نقشے جہاں

ای گل تو اینها دیده ای زان برجهان خنديده ای
زان جامه ها بدریده ای گربز لعلين قبا

گلهای پار از آسمان نعره زنان در گلستان
کای هر که خواهد نردبان تا جان سپارد در بلا

هین از ترشح زین طبق بگذر تو بی ره چون عرق
از شیشه گلابگر چون روح از جام سما

از گل شکر مقصود ما لطف حقست و بود ما
ای بود ما آهن صفت وی لطف حق آهن ربا

هان ای دل مشکین سخن، پایان ندارد این سخن
باکس نیارم گفت من، آنها که می گویی مرا

ای شمس تبریزی بگو سر شهان شاه خو
بی حرف و صوت و رنگ و بو بی شمس کی تابد ضیا



گل تو نے دیکھا یہ جہاں، کیا اس لئے بنتا ہے تو
کیا اس پر داماد چاک ہے، اے زیرِ لعلیں قبا

ہیں پھول پچھلے سال کے باغ فلک میں نعروہ زن
اے ہر کہ اپنی جان کو کرنے چلا نذر بلا

تو اس طبق سے یوں گزر، مے جس طرح بے رہ چھنے
گناہ گر کے شیشے سے، یا روح ناپے آسمان

گل شکر کا مطلب ہے کیا، رحمت تری ہستی مری
ہستی مری آہن صفت، رحمت تری آہن ربا

ہاں اے دل مشکیں خن، اس بات کا پایاں نہیں
بتاؤں گا کس کو بھلا، جو مجھ سے تو نے کہہ دیا

اے شمس تبریزی سنا، راز شہان شاہ خو
بے حرف و صوت و رنگ و بو، بے شمس کیونکر ہو خیا



۰

ای نوش کرده نیش را، بیخویش کن با خویش را
با خویش کن بی خویش را چیزی بده درویش را

تشریف ده عشق را، پر نور کن آفاق را
بر زهر زن تریاق را، چیزی بده درویش را

باروی همچون ماه خود، بالطف مسیکن خواه خود
مارا تو کن همراه خود، چیزی بده درویش راه

چون جلوه مه می کنی و زعشق آگه می کنی
باماچه همراه می کنی، چیزی بده درویش را

درویش راچه بود نشان، جان و زبان ڈرفشاں
تی دلق صد پاره کشان، چیزی بده درویش را

هم آدم و آن دم توی، هم عیسیٰ و مریم توی
هم راز و هم محروم توی، چیزی بده درویش را

○

بے ذات کر دے ذات کو شربت بنادے نیش کو
لے ساتھ ہر بے ذات کو، خیرات دے درویش کو

کر ذی شرف عشق کو پُر نور کر آفاق کو
سم پر چھڑک تریاق کو، خیرات دے درویش کو

رُخ سے تخلی ماه لے، مسکین عطائے شاہ لے
پس ہم کو بھی ہمراہ لے، خیرات دے درویش کو

ہد کی طرح جلوہ ترا، کرتا ہے گر عشق آشنا
مجھ پر ستم ہے کیوں روا، خیرات دے درویش کو

درویش کا کیا ہے نشاں، جان و زبان ڈر فشاں
نے چاک و صد پارہ قبا، خیرات دے درویش کو

آدم بھی تو اور دم بھی تو، عیسیٰ بھی تو مریم بھی تو
تو راز ہے، محروم بھی تو، خیرات دے درویش کو

تلخ از تو شیرین می شود کفر از تو چون دین می شود
خار از تو نسرین می شود، چیزی بده درویش را

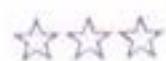
جان من و جانان من! کفر من و ایمان من
سلطان سلطانان من چیزی بده درویش را

امروز ای شمع آن کنم بر نور تو جولان کنم
بر عشق جان افshan کنم، چیزی بده درویش را

امروز گویم چون کنم یک باره دل را خون کنم
وین کار را یکسو کنم، چیزی بده درویش را

تو عیب مارا کیستی؟ تو مار یا ماهیستی؟
خود رابگو تو چیستی چیزی بده درویش را

جان رادر افکن در عدم زیرا نشاید ای صنم
تو محتشم او محتشم چیزی بده درویش را



ہر تنخ کو شیریں کیا، ہر کفر تو نے دیں کیا
ہر خار کو نسیریں کیا، خیرات دے درویش کو

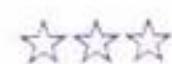
اے جانِ جانا ناں مرے، اے کفر و اے ایماں مرے
سلطانِ سلطاناں مرے، خیرات دے درویش کو

میں آج، شمع، کیا کروں، اس نور پر اڑتا پھر دوں
یا عشق پر جاں دار دوں، خیرات دے درویش کو

میں آج کیوں نے یوں کروں، یکبارگی دل خون کرو
اس کام کو نمائی دوں، خیرات دے درویش کو

اس عیب میں تو کون ہے؟ مجھلیٹ ہے تو یا ناگ ہے؟
تو خود بتادے کیا ہے تو، خیرات دے درویش کو

جاں کو عدم میں پھینک دے، کیونکہ صنم بھاتی نہیں
تو مقتشم، اے مقتشم، خیرات دے درویش کو



۰

در دو جهان لطیف و خوش همچو امیر ما کجا؟
ابروی او گره نشد، گرچه که دید صد خطای

چشم کشا، درو نگر، جرم بیار و خونگر
خوی چو آبجو نگر، جمله طراوت و صفا

من زسلام گرم او آب شدم زشم او
وزسخنان نرم او آب شوند سنگها

زهر به پیش او ببر، تاکنداش به از شکر
قهر به پیش او بنه تا گندش همه رضا

آب حیات او ببین هیچ مترس از اجل
در دو در رضای او، هیچ ملرز از قضا

سجده کنی به پیش او، عزت مسجدت دهد
ای که تو خوار گشته ای زیر قدم چو بوریا

O

اطف و کرم جہاں میں میرے امیر سا کہاں
ابروداں کو گرہ نہ دے، دیکھے ہزار گر خطا

آنکھ تو کھول دیکھ اسے، عنفو گنہ پ کر نظر
اس میں ہے آب جو کی خو، ساری طراوت و صفا

اس کے سلام گرم سے، آب ہوں اس کی شرم سے
اس کے کلامِ نرم سے، آب ہے سینہ سنگ کا

زہر کا جام دے اسے، تاکہ کرے شکر اسے
قہر کو اس کے پیش رکھ، تاکہ کرے اسے رضا

آب حیات اسکا دیکھ، موت سے خوف کس لیے
اس کی رضا کے سامنے کام کرے گی کیا قضا

عزتِ مسجد اس نے دی تجھ کو تو سجدہ کر اسے
کب سے خراب و خوار تھا زیر قدم پڑا پڑا

خواندم امیر عشق را، فهم بدین شود ترا
چونک تو رهن صورتی، صورت تست ره نما

دل چو کبوتری اگر می بپر د زبام تو
هست خیال بام تو قبله جانش در هوا

بام و هوا، تُوی و بس، نیست روی به جز هوس
آب حیات جان تُوی، صورتها همه سقا

دور مرو، سفر مجو، پیش تو است ماه تو
نعره مزن که زیر لب می شنود زتو دعا

می شنود دعای تو می دهدت جواب او
کای کر من بهل بگوش تمام برگشا

گرنه حدیث او بدی جان تو آه کی زدی
آه بزن که آه تو راه کند سوی خدا



چونکہ امیرِ عشق کو صورتیں ہی پسند ہیں
اس لیے اس کے شکل و جسم بن گئے میرے رہنماء

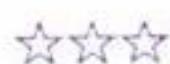
دل جو کبوتروں کی مثل، بام سے تیرے اڑ چلا
ساری فضا میں وہ ہی بام قبلہ جاں بنا رہا

بام وہ ہوا ہے صرف تو، دوسری صورتیں ہوں
آبِ حیاتِ جاں ہے تو، دوسری صورتیں سقا

دور نہ جا سفر نہ کر سامنے چاند ہے ترا
شور نہ کر کہ زیرِ لب سنتا ہے وہ تری دعا

سنتا ہے وہ دعا تری، دیتا ہے بھر جواب بھی
بھرہ نہ بن کہ سن سکے، گوش کو اپنے کر کے وا

اس کی رضا اگر نہ ہو جان کرے گی کیسے آہ
آہ بھر آہ، اس تک پاتی ہے آہ راستا



۰

ای عاشقان ای عاشقان من خاک را گوهر کنم
وی مطربان ای مطربان دف شما پر زر کنم

ای تشنگان ای تشنگان امروز سقایی کنم
وین خاکدان خشک را جنت کنم کو ژر کنم

ای بی کسان ای بی کسان، جا، الفرج جاء الفرج
هر خسته غم دیده را سلطان کنم سنجیر کنم

ای کیمیا ای کیمیا، در من نگر زیرا که من
صد دیر را مسجد کنم صد دار را منبر کنم

ای کافران ای کافران، قفل شمارا و اکنم
زیرا که مطلق حاکم، مؤمن کنم کافر کنم

ای بوعلا، ای بوعلا، مومن تو اندر کف ما
خنجر شوی ساغر کنم ساغر شوی خنجر کنم

O

اے عاشتو، اے عاشتو، میں خاک کو گوہر کروں
اے مطربو اے مطربو، اس دف کو میں پُر زر کروں

پیاسو سنو، پیاسو سنو، سقائی کرنے میں چلا
اس خاکدان خشک کو جنت کروں، کوثر کروں

اے بے کسو، اے بے کسو، جاء الفرج الک جاء الفرج
ہر خستہ غم دیدہ کو سلطان کروں سنجیر کروں

اے کیمیا، اے کیمیا، تو دیکھ مجھ کو کس طرح
مسجد بنادوں دری کو اور دار کو منبر کروں

اے کافرو، اے کافرو، تالا تمہارا کھول دوں
حاکم ہوں میں چاہوں جسے مومن کروں، کافر کروں

اے بوالعلی، اے بوالعلی، تو موم ہے کف میں مرے
نجیر ہے گر، ساغر کروں، ساغر ہے گر ننجیر کروں

تونطفه بودی خون شدی، وانگه چنین موزون شدی
سوی من ای آدمی، تازینت نیکو ترکنم

من غصه را شادی کنم، گمراه راهادی کنم
من گرگ را یوسف کنم من زهر را شکر کنم

ای سردہان ای سردہان، بگشاده ام زان سردہان
تاهر دهان خشک راجفت لب ساغر کنم

اے عقل کل، اے عقل کل تو آن بگوی راستی
تو حاکمی تو حاکمی من گفتگو کم تر کنم

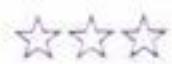


تو نظر نہ تھا، خوں بن گیا، پھر کتنا موزوں بن گیا
اس سمت آئے آدمی، میں اور بھی بہتر کروں

غصہ کو میں کردوں خوشی، گمراہ کو بادی کروں
یوسف بنادوں گرگ کو، اور زہر کو شکر کروں

رندوں کے شہ دیکھو تمہیں آزاد میں نے کر دیا
تاہم دبائِ خشک کو پیوستہ ساغر کروں

اے عقلِ گل، اے عقلِ گل جو کچھ کہے تو چ ہے وہ
حاکم ہے تو، حاکم ہے تو، میں گفتگو کم تر کروں



۰

آن ره بی‌آمدم که کدامست
تا باز روم کار خامست

یک لحظه زکوی یار دوری
در مذهب عاشقان حرامست

اندر همه ده اگر کسی هست
والله که تمامست اشارتی

صعوه زکجا رهد که سیمرغ
پابسته شگرف این دامت

اواره دلا میا بدین سو
آنجا بنشین که خوش مقامست

آن نقل گزین که جان فزایست
وان باده طلب که باقوامست

O

کس رہ سے آیا تھا یہاں؟
لنوں، پڑے ہیں کتنے کام

دور ہو پل مجر کوئے یار
مذہبِ عشق میں ہے یہ حرام

اس گاؤں میں گر کوئی ہے
وائلد تمام شوخ دو

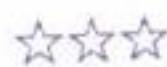
چڑیا کیا نج پانے گی
سی مرغون سے بھرا ہے دام

اے آوارہ ادھر کو آ
بیٹھ یہاں، اچھا ہے مقام

کھا یہ گزگ، جانفرزا ہے یہ
مانگ وہ مے جو رکھے تو ام

باقي همه بعونقش و رنگست
باقي همه جنگ و ننگ و نامست

خاموش کن و زپای بنشین
چون مستی و این کنار بامست



باقی	سب	کچھ	اور	نقش	اور	رنگ	ب	نام	اور	جنگ	باقی
بے	خود!	ہو جا	اوہ	تھیک	سے	بیٹھ	کنار	با م	ہے	یہ	چپ



۰

هر لحظه وحی آسمان آید به سر جانها
کاخر چو ذر دی بر زمین تا چند می باشی، برآ

هر کز گرانجنان، بُود چون درد در پایان بُود
آنگه رُود بالای خُم، کان ذرد اویابد صفا

گل رامجبنیان بر دمی تا آب تو صافی شود
تادرد تو روشن شود. تا درد تو گرددوا

جانیست چون شعله ولی دوش زنورش بیشتر
چون دود از حد بگذرد در خانه ننماید ضیا

گر دود را کمتر کنی از نور شعله بر خوری
از نور تو روشن شود هم این سراهم آن سرا

در آب تیره بنگری نی ماه بینی نی فلک
خورشید و مه پنهان شود، چون تیرگی گیرد هوا

○

ہر لحظہ وہی آسمان روحوں پر آتی ہے یہاں
کب تک رہے گی خاک پر غلطائے و پیچائے اس طرح

جو بھی گرانجاتی میں ہیں، تلپخت بنے پانی میں ہیں
ختم سے جو باہر آئے ہے تلپخت سے ہوتی ہے رہا

مٹی کو ہر دم مت ہلا، پانی ترا پھر صاف ہو
تلپخت تری روشن بنے اور درد بن جائے دوا

گو روچ شعلہ ہے تری، ہے نور سے بڑھ کر دھواں
حد سے جو گزرے یہ دھواں، گھر میں نہیں آتی خیا

کردے دھویں کو کم اگر، دیکھے گا نور اس شعلے کا
بھر جائیں گے اس نور سے، اے خواجہِ من، دوسرا

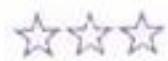
جھانکے جو تیرہ آب میں خورشید ہو گا نے فلک
چھپ جاتے ہیں خورشید و مہ جب تیرہ ہوتی ہے ہوا

باد شمالی می وزد کزوی هوا صافی شود
وز بهر این صیقل سحر در می دمد باد صبا

باد نفس مرستنیه را زاندوه صیقل می زند
گریک نفس گیرد نفس مر نفس را آید فنا

جان غریب اندر جهان مشتاق شهر لامکان
نفس بهیمی در چراچندین چرا باشد چرا

ای جان پاک خوش گهر، تا چند باشی در سفر
تو باز شاهی باز پر سوی صغیر پادشا



پادشاہی جب چلے، اس سے ہوا پھر صاف ہو
صیقل کرے، اس کے لیے، لائے سحر باد صبا

سانس میں تری اندوہ سے سینہ ترا صیقل کریں
گر سانس الجھے سانس میں، ہو جائے گی تب جان فنا

یہ روح پر دیکی سمجھے ہے لامکاں اس کا وطن
نفس بہمی کے لیے یہ چارا آخر تا کجا؟

اے جانِ پاک خوش گہر، کب تک کرے گی تو سفر؟
تو باز شاہی ہے پلٹ سوئے صفیر پادشا



۰

دل چو دانه ما مثال آسیا
آسیا کی داند این گرداش چرا

تن چو سنگ و آب او اندیشهها
سنگ گوید آب داند ماجرا

آب گوید آسیا بان را بپرس
کو فگند اندر نشیب این آب را

آسیابان گویدت کای نان خوار
گرنگردد این که باشد

ماجرا بسیار خواهد شد خمیش
از خدا وا پرس تا گوید ترا



O

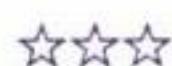
چکیوں ۲ کو کیا خبر کیوں گھومتی رہتی جس وہ
دل ہے دانا اور ہم پانی کی چکی کی طرح

پاٹ ہے چکی کا "تن" اور اس کا پانی ہے "دماغ"
پاٹ کہتا ہے کہ یہ پانی کو ہی ہوگا پتہ

یہ کہا پانی نے جا کر پوچھ چکی بان سے
وہ ہی پانی ڈالتا رہتا ہے ہر دم اس جگہ

چکلی والے نے کہا اتنا بتا اے نان خور
گر نہ ہو چکلی کی گردش کیا کرے گا نانبا؟

اب خوش ہو جا کہ یہ تو داستان نکلی طویل
تو خدا سے پوچھ تاکہ صاف کر دے ماجرا



۰

بیگاه شد بیگاه شد خورشید اندر چاه شد
خیزید ای خوش طالعان وقت طلوع ماه شد

ساقی به سوی جام رُو ای پاسبان بربام رو
ای جان بی آرام رو کان یار خلوت خواه شد

اشکی که چشم افروختی صبری که خرمن سوختی
عقلی که راه آموختی در نیمشب گمراه شد

جانهای باطن روشنان، شب رابه دل روشن کنان
هندوی شب نعره زنان کان ترک در خرگاه شد

شب ماه خرمن می کند ای روز زین بر گاونه
بنگر که راه کهکشان از سنبله پر کاه شد

در چاه نسب غافل مشودر دلو گردون دست زن
یوسف گرفت آن دلو را از چاه سوی جاه شد

O

نا وقت ہے، ناوقت ہے، سورج کنویں میں گرپڑا
اے خوش نصیبو اب اٹھو وقت طلوع ماہ ہے

ساقی سوئے پیانہ جا، اے پاسباں تو چھت پہ جا
اے جان بے آرام جا، اب یار خلوت خواہ ہے

آنسو ہوا تو جب خفا، وہ صبر جب خرمن جلا
وہ عقل جو دکھائے راہ، اب نیم شب گمراہ ہے

باطن ہیں روشن جن کے اب، روشن کریں دل سے یہ شب
ہندوے شب ہیں نفرہ زن خیے میں اب وہ شاہ ہے

شب ۳لک میں ہے خرمن ماہ کا، اے روز کس گائے پہ زیں
دیکھو وہ راہ کہکشاں، خوشوں سے بس پُر کاہ ہے

غافل کنویں میں تو نہ ہر، تو ڈول گردوں کا پکڑ
یوسف نے پکڑا ڈول کو، تھا چاہ میں، ذی جاہ ہے

۰

نه که مهمان غریبم، تو مرا یار مگیر
نه که فلاخ توم، سرور و سالار مگیر

نه که همسایه آن سایه احسان توم
تو مرا همسفرو مشق و غمخوار مگیر

شربت رحمت تو برهمنگان گردانست
تو مرا تشنه و مستسقی و بیمار مگیر

نه که هر سنگ زخورشید نصیبی دارد
تو مرا منتظر و گشته دیدار مگیر

نه که لطف تو گنه سوز گنه کارانست
تو مراتایب و مستغفر غفار مگیر

نه که هر مرغ به بال و پر تومی پرد
تو مراضعوه شمر، جعفر طیار مگیر

O

میں پردیسی مسافر ہوں، تم اپنا یار مت سمجھو
مزارے ہوں تمہارا، صرور و سالار مت سمجھو

تمہارے سایہ احسان کا ہوں میں صرف بمریا
نہ سمجھو ہم سفر، تم مشق و غنوار مت سمجھو

سدا گردش میں رہتا ہے تمہارا شربتِ رحمت
مجھے تم تشن و تب خوردہ و یکار مت سمجھو

جب اس خورشید سے ہر سنگ کی کھل جائے گی قسم
مجھے پھر منتظر اور کشۂ دیدار مت سمجھو

گنہ گاروں کے عصیاں پھونک ڈالے وہ کرم ہو تم
مجھے بھی تائب و مستغفار غفار مت سمجھو

تمہارے بال و پر سے سب پرندے اڑنے لگتے ہیں
مجھے چڑیا سمجھ لو، جعفر طیار مت سمجھو

خفتگان رانه تماشای نهان می بخشی
تو مرا خفته شمر، حاضر و بیدار مگیر

این تصاویر همه خود صور عشق بُود
عشق بی صورت چون قلزم زخار مگیر

من به کوی تو خوش، خانه من ویران گیر
من به بوی تو خوش، نافه تاتار مگیر

کفو اسلام کنون آمدو عشق از ازلست
کافری راکه کشد عشق زکفار مگیر



تماشائے نہاں بخشنا ہے تم نے سونے والوں کو
مجھے سوتا سمجھو لو، حاضر و بیدار مت سمجھو

یہ تصویریں ہیں جسمِ عشق، کب ہے عشق بے صورت
اسے بے خال و خط جوں قلزمِ زخار مت سمجھو

میں خوش ہوں اس گلی میں، گھر مرا ویران سمجھو تم
تمہاری بو سے خوش ہوں، نافہ تاتار مت سمجھو

بننے ہیں کفر و ایمان آج جب کہ عشق ازل سے ہے
کریں جب عشق کافر، تم انہیں کفار مت سمجھو



۰

باز آمدم چون عید نو تا قفل زندان بشکنم
وین چرخ مردم خوار راچنگال و دندان بشکنم

هفت اختر بی آب راکین خاکیان رامی خورند
به آب برآتش زنم بهم بادهاشان بشکنم

امروز همچون آصفم شمشیر و فرمان در کلم
تا گردن گر دنکشان درپیش سلطان بشکنم

من نشکنم جز جور رایا ظالم بدغور را
گرذره ای دارد نسک گیرم اگر آن بشکنم

چون درکف سلطان شدم یک حبه بودم کان شدم
گردر ترازویم نهی می دان که میزان بشکنم

چون من خراب و مست رادرخانه خود ره دهی
پس توندانی این قدر کین بشکنم آن بشکنم

O

آیا ہوں بن کر عید نو میں قتل زندان توڑنے
اس چرخ مردم خوار کے دانت اور پنجے موزنے

یہ سات تارے کسی طرح سب خاکیوں کو کھاگئے
میں بڑھ رہا ہوں آب و آتش اور ہوا کو توڑنے

میں بادشہ ہوں آج، جیں شمشیر و فرماں ہاتھ میں
سب قاتلوں کی گردئیں آیا ہے سلطان توڑنے

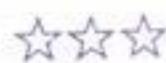
توڑوں نہ کچھ جز جور کے، یا ظالم بدطور کے
جس میں ذرا بھی ہے نمک آیا ہوں ان کو چھوڑنے

سلطان کے آیا ہاتھ جب، میں ذرہ تھا نا چیز سا
اور اب وزن میرا چلا میزان کا پلڑا توڑنے

تم مجھ خراب و مست کو دیتے ہو کیوں گھر میں جگے
ناداں یہاں آیا ہوں میں سب توڑنے سب پھوڑنے

گر پاسبان گوید که هی بروی بریزم جام می
دربان اگر دستم کشد من دست دربان بشکنم

از شمس تبریزی اگر باده رسد مستم کند
من لابالی وار خود استون کیوان بشکنم



گر پاساں روکے مجھے، الماؤں اس پر جامِ مے
گستاخ اس دربان کا آیا ہوں بازوِ موڑ نے

گر شمس تبریزی پلا کر مت کرڈالے مجھے
میں لا ابائی پن سے چل دوں قصرِ کیواں^{۳۰} تو زنے



۰

من دی نگفتم مر ترا کای بی نظیر خوش لقا
ای قدمه از رشك تو چون آسمان گشته دو تا

امروز صد چندان شدی، حاجب بُدی، سلطان شدی
هم یوسف کنعان شدی، هم فرنور مصطفی

امشب ستایمت ای پری، فردا از گفتن بگذری
فردا زمین و آسمان در شرح تو باشد فنا

امشب غنیمت دار مت، باشم غلام و چاکرت
فردا ملک بیهش شود، هم عرش بشکافدقبا

ناگه بر آید صر صری، نی بام ماند نه دری
زین پشگان پر کی زند چونک ندارد پیل پا

باز از میان صر صرش در تابد آن حسن و فرش
هر ذره ای خندان شود در فر آن شمس الضحی

O

تجھ سے کہا تھا میں نے کل اے بے نظیر خوش لقا
اے رشک سے تیرے فلک پر چاند دوہرا ہو گیا

امروز تو جو کچھ بھی ہے، حاجب تھا تو سلطان بنا
تو یوسف کنعاں بنا، تو حسن نورِ مصطفیٰ

امشب ستائش میں نے کی کل ہو گی برتر اے پری
کل یہ زمین و آسمان تعریف میں ہونگے فنا

امشب غیمت ہے مجھے، نوکر ہوں میں چاکر ترا
ہوں گے فرشتے حمد خواں، کل عرش پھاڑے گا قبا

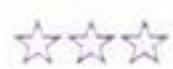
ناگاہ صرصر آئے گی، یہ بام ہو گا اور نہ در
مٹ جائیں گے سب بد نفس کیڑے مکوڑوں کی طرح

آندھی چلے گی جب تری، تابندہ اس میں ہو گا تو
ہر ذرہ ہستا پائے گا اس نور میں، نہشِ اضھی

تعلیم گیرد زرَه ها زان آفتاب خوش لقا
صد ذر گی دلربا کانها نبودش زابتدا



وہ دل ربانی پائیں گے پہلے نہ تھی ان میں کبھی
تعییم ذرے پائیں گے اے آفتاب خوش لقا



0

بشنیده ام که عزم سفر میکنی مکن
مهر حریف و یار دگر میکنی مکن

تو در جهان غریبی و غربت ندیده
قصد کدام خسته جگر میکنی مکن

از ما مدد خویش و به بیگانگان مرو
دزیده سوی غیر نظر میکنی ممکن

ای مه که چرخ زیر و زبر ز برای تست
مارا خراب و زیرو زبر میکنی ممکن

کو عهد و کو وثیقه که با ما تو کرده
از قول و عهد خویش عبر میکنی مکن

ای برتر از وجود و عدم پاینگاه تو
این لحظه از وجود گذر میکنی ممکن

O

میں نے نا بے عزم سفر کر رہا ہے تو
عشق حریف و یارِ دگر کر رہا ہے تو

تو اجنبی ہے دھر میں، دشمن ہے اک جہان
کس جا کا قصد ختنہ جگر کر رہا ہے تو

تو مجھ سے خود کو چھین کے بیگانوں میں نہ جا
پکے سے سونے غیر نظر کر رہا ہے تو

اے چاند، چرخ زیر و زبر ہے ترے لیے
مجھ کو خراب و زیر و زبر کر رہا ہے تو

پیکاں و عہد مجھ سے کیے تھے وہ کیا ہوئے
کیا عہد تھے کہ جن سے مفر کر رہا ہے تو

تیرے قدم وجود و عدم سے بلند ہیں
پھر کیوں وجود ہی سے سفر کر رہا ہے تو

ای دوزخ و بهشت غلامان امر تو
بر من بهشت همچو سقر میکنی مکن

جانم چو کوره پر آتش بست نکرد
روی من از فراق چو زر میکنی مکن

چون روی در کشی تو شود مه زغم سیه
قصد کسوف قرص قمر میکنی مکن

ماخشک لب شویم چو تو خشک آوری
چشم مرا باشک چه تر میکنی مکن



اے دوزخ و بہشت ترے امر کے غلام
کیوں یہ بہشت مجھ پر سفر کر رہا ہے تو

ہے بس کہ آگ جاں مری، تو پھر بھی خوش نہیں
کیوں رخ مرا فراق سے زد کر رہا ہے تو

غم سے سیاہ چاند ہو، گر رخ ترا چھپے
کیوں چاند کے گہن کا سفر کر رہا ہے تو

ہوتا ہوں خشک لب میں ترمی خشک روئی سے
اشکوں سے آنکھ کیوں مری تر کر رہا ہے تو



۰

نگفتمت مرو آنجا که آشناست منم
درین سراب فنا چشمۀ حیات منم

وگر به خشم روی صد هزار سال زمن
به عاقبت به من آیی که منتهات منم

نگفتمت که منم بحر و تویکی ماهی
مرو به خشک که دریای باصفات منم

نگفتمت که چو مرغان به سوی دام مرو
بیاکه قوت پرواز پر و پات منم

نگفتمت که تراره زنندو سرد کنند
که آتش و تبیش و گرمی هوای منم

نگفتمت که صفت‌های زشت در تونهند
که گم کنی که سر چشمۀ صفات منم

O

کہا تھا تم سے نہ جاؤ کہ آشنا ہوں میں
سراب مرگ میں اک چشمہ بقا ہوں میں

جو سو ہزار برس طیش میں رہو تم دور
بالآخر آنا مجھی تک کہ انتہا ہوں میں

کہا تھا تم سے کہ پانی ہوں میں تم اک چل
نہ جاؤ خشکی پہ دریائے با صفا ہوں میں

کہا تھا تم سے پرندے ہو سونے دام نہ جاؤ
تمہاری قوت پرواز بے پنه ہوں میں

کہا تھا وہ تمہیں دم بھر میں سرد کر دیں گے
تمہاری آگ ، تپش ، گرمی ہوا ہوں میں

کہا تھا تم سے تمہیں بے صفات کر دیں گے
یہ مت بھلاو کہ سر چشمہ صفا ہوں میں

اگر چراغ دلی دانک راه خانه کجاست
و گر خدا صفتی دانک کدخدات منم



چراغِ خانہ ہو گر دیکھ لو کہاں گھر ہے
خدا صفت ہو، سمجھ لو کہ کد خداہ کہوں میں



۰

جرمی ندارم بیش ازین کز دل هوا دارم ترا
از زعفران روی من رومی بگر دانی چرا

یا این دل خونخواره را لطف و مراعاتی بکن
یاقوت صبرش بده در یفعل الله ما یشا

این دو ره آمد در روش یا صبر یا شکر نعم
بی شمع روی تونتان دیدن میرین دو راه را

هر گه بگر دانی تو رو آبی ندارد هیچ جو
کی ذره ها پیدا شود بی شعششه شمس الضحی!

بی باده تو کی فتد در مغز نغزان مستی؟
بی عصمت تو کی رود شیطان به لا حول ولا؟

امرت نغرد کی رود خورشید در برج اسد؟
بی تو کجا جند رگی در دست و پای پارسا؟

O

کیا جرم اس دل نے کیا، تیری تہنا کے سوا
بُجھ زرد رو سے مہرباں کیوں منھ چھپایا ہے بتا

اپنے کرم کی چھاؤں کر میرے دل خونخوارہ پر
دے صبر کا یاقوت اے، در ی فعل اللہ ما یشال

دو راستوں کی ہے روشن حلقہ اک صبر کا اک شکر کا
دونوں نظر آتے نہیں، اے شمع رو تیرے سوا

جب سے ترا رخ چھپ گیا، دریا جیں پانی سے تبی
ذرے ہوں پیدا کس طرح تیری شعاؤں کے سوا

مستی میں کیا آئیں حسین، ملتی نہیں جب مے تری
شیطان ذرے لاحول سے کیونکر تری عصمت بنا

برج اسد میں کس طرح خورشید جائے بے امر
رگ کس طرح حرکت کرے بے دست و پا ہیں پارسا

در مرگ هشیاری نهی، در خواب بیداری نهی
در سنگ سقایی نهی در برق میرنده وفا

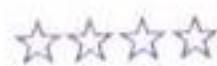
هم ری و بی و نون را کر دست مقرون با الف
در باد دم اندر دهن تا خوش بگویی رینا

لبیک لبیک ای کرم، سودای تست اندر سرم
زآب تو چرخی می زنم، مانند چرخ آسیا

هرگز نداند آسیا مقصود گرد شهای خود
کاستون قوت ماست او یا کسب و کار نانبا

آبیش گردان می کند، اونیز چرخی می زند
حق آب را بسته کند اوهم نمی جنبد زجا

خامش که این گفتار ما می پرد از اسرار ما
تاگوید او که گفت او هرگز ننما ید قفا



ہشیار رکھے موت میں بیدار رکھے نیند میں
سقہ بنادے سنگ کو بھلی کو کر دے باوفا

تو رے و بے اور نون کو لایا الف سے جب قریں
دم دھونکنی سا منہ میں رکھ، اچھا کہے تا رہنا

لبیک لبیک اے کرم، مر میں مرے سودا ترا
گردان ہوں میں، گردان ہوں میں پانی کی چکلی کی طرح

پن چکیوں کو کیا خبر مقصود ان کا کون ہے
کیا نان بائی کی دکاں؟ یا کھانے والوں کی غذا

پانی پھراتا ہے انہیں، ہر دم گھماتا ہے انہیں
جم جائے یہ پانی اگر رک جائے پورا سائلہ

خاموش اس گفتار سے پرده مبادا فاش ہو
اسرار کا، اسرار کو ڈھانپ اے خدا، رب العلا

۰

ای بگرفته از وفا، گوشه کران، چرا چرا؟
بر من خسته کرده ای، روی گران، چرا چرا؟

بر دل من که جای تُست، کار گه و فای تست
هر نفسی همی زنی، زخم سنان، چرا چرا؟

چشمِ خضر و کوثری، زاب حیات خوشتیری
زادتش هجرت منم خشک دهان، چرا چرا؟

مهر تو جان نهان بود، مهر تو بی نشان بود
در دل من زبیر تو نقش و نشان، چرا چرا؟

گفت که جان جان منم، دیدن جان طمع ممکن
ای بنسوده روی تو مدد جان، چرا چرا؟

ای تو به نور مستقل، وی ز تو اختران خجل
بس دودلی میان دل زابر گمان، چرا چرا؟

O

گوشہ نشینِ با وفا، مجھ سے نہاں ہے کس لیے
اس مرے خستہ دل پہ یوں، روئے گراں ہے کس لیے

دل تو مرا ہے جاتری، کارگہہ وفا تری
آج ترا نفس نفس زخم شاں ہے کس لیے

چشمہ خضر تو مرا، آب حیات تو ہی ہے
آتش بھر سے مرا خشک دہاں ہے کس لیے

روح میں لطف تھا نہاں، مہر ترا تھا بے نشاں
دل میں مرے ترے سب ب نقش و نشاں ہے کس لیے

اس نے کہا میں جان ہوں، دیکھنے کی ہوں نہ کر
رخ بھی تو جان تھا تری، آہ نہاں ہے کس لیے

تو تو ہے نورِ مستقل، تجھ سے ستارہ ہے نجل
آج دلوں کے درمیاں ابر گماں ہے کس لیے

۰

ای یوسف آخر سوی این یعقوب نابینا بـ
ای عیسی پنهان شده بر طارم مینا بـ

از هجر روزم قیر شد، دل چون کمان بـد تیر شد
یعقوب مسکین پیر شد، ای یوسف بر نابینا

ای موسی عمران که در سینه چه سینا هاست
گاوی خدایی می کند، از سینه سینا بـ

رخ زعفران رنگ آدم، خم داده چون چنگ آدم
در گور تن تنگ آدم ای جان با پهنا بـ

چشم محمد بـانت، واشوق گفته در غمت
زان طره ای اندر همت، ای سـ ارسلنا بـ

خورشید پیشت چون شفق ای برده از شاهان سبق
ای دیده بـینا به حق، وی سینه دانا بـ

O

پوشیدہ جوں عیسیٰ ہے کیوں عرش چہارم پر کہیں
یعقوب ناہینا ہوں میں، اے یوسف بینا اب آ

یہ بھر کا اندر ہے دل تھا کماں اب تیر ہے
یعقوب بوڑھا ہو گیا اے یوسف برنا اب آ

رخ زعفرانی ہو گیا ہوں چنگ کی مانندِ خم
اس گورِ تن میں ٹنگ ہوں میرے کشادہ جاں اب آ

اے موئی عمران ترے سینے میں کتنے سینا ہیں
گائے بنی ہے یا خدا، سینا کے سینے سے اب آ

تیرے لے چشمِ محمد نم ہوئی اور شوق وا
یہ طرہ بھی تیرا رہا، اے راز "ارسلنا"^{۱۸} اب آ

خورشید ہے تجھ سے شفق، سبقت تجھے شاہوں پر ہے
اے دیدہ بینا اب آ، اے سینہ دانا اب آ

ای جان تو و جانها چوتن، بی جان چه ارزد خود بدن
دل داده ام دیر است من، تا جان دهم جانا بیا

ای تو دوا و چاره ام، نور دل صد پاره ام
اندر دل بیچاره ام چون غیر تو شد لا بیا

نشنا ختم قدر تو من، تا چرخ می گوید زفن
دی بر دلش تیری بزن، دی بر سرش خارا بیا

ای قاب قوس مرتبت وان دولت با مکرمت
کس نیست شاهها محترم در قرب او دانی بیا

ای خسرو مه وش بیا ای خوشنتر از صد خوش بیا
ای آب و ای آتش بیا ای ذراو ای دریا بیا

مخروم جانم شمس دین! از جاهت ای روح الامین
تبریز چون عرش مکین از مسجدی اقصی بیا



تو جاں ہے اور جانیں ہیں تن، بے جاں بدن کسی کار کا
دل دے چکا ملت ہوئی اب جان دوں جاناں اب آ

میری دوا تو چارہ تو، نورِ دل صد پارہ تو
اے یہ مرا بے چارہ دل تجھ بن ہوا ہے لا اب آ

کب قدر کی میں نے تری، مجھ پر فلک ہے طعنہ زن
ہاں اور اذیت دے اے، ہاں تیر اس دل پر چلا

اے خرو مددش اب آ، اے آب، اے آتش اب آ
اے خوبصورت تراب آ، اے درزو اے دریا اب آ

اے قاب قوس مرتبت، اے دولت عز و شرف
کوئی نہیں محرم ترا میرے سوا، جانا اب آ

مخدوم جانِ شمس دیں، اس شان سے، روحِ الامین
تبریز بے عرش نکیں، تو مسجدِ قصی سے آ



O

دلاراما
نهان گشته
زغوغغا
همه رفتند و خلوت شد برون آـ

بر آور بندہ را از غرقه خون
فرح ده روی زردارم ز صنرا

کنار خویش دریا کرد م از اشک
تماشا چون نیایی سوی دریا

ترا در جان بدیدم باز رستم
چوگمراهن نگویم زیرو بالا

چو پروانه ست خلق و روز چون شمع
که از زیب خودش کردی تو زیبا

نمی یارم بیان کردن ازین بیش
بگفتم این قدر، باقی تو فرما

O

دلا راما، چھپا تو سن کے غونما
گئے سب لوگ، خلوت ہے، بروں آ

نکال اس غرقہ خون سے مجھے اب
مرے اس زرد رخ کو کر مصغا

کیا پہلو کو دریا آنسوؤں نے
نظرہ دیکھنے آ سوئے دریا

جتھے جب جاں میں دیکھا لوٹ آیا
کہ گمراہوں کا کیا ہے زیر و بالا

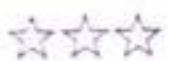
یہ دن ہے شمع، پروانہ ہے یہ خلق
تری زیبائی سے یہ سب جیں زیبا

نبیں یارا بیاں کا اس سے بڑھ کر
کہا جتنا کہا، باقی تو فرمایا

بگو باقی تو شمس الدين
 که به گوید حديث قاف
 تبریز عنقا



سنا	باقی	تو	مش	الدین	تبریز	عنقیا
سناتا	ہے	حدیث	فاف	عنه	دین	تبریز



۰

من آن شب سیاهم، کز ماه خشم کردم
 من آن گدای عورم، کز شاه خشم کردم

از لطفم آن یگانه، می خواند سوی خانه
 کردم یکی بهانه، وزراه خشم کردم

گر سر کشد نگارم، وز غم برد قرارم
 هم آه بر نیارم، از آه خشم کردم

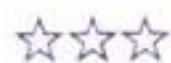


O

میں وہ شب سیاہ ہوں ماہ سے جو خفا ہوا
میں وہ گدا حیر ہوں، شاہ سے جو خفا ہوا

تحا وہ یگانہ مہرباں، گھر کی طرف پکارتا
میں وہ بہانہ ساز ہوں، راہ سے جو خفا ہوا

اپنے نگار کے لیے، آہ میں بے قرار تھا
چھر بھی نہ میں نے آہ کی، آہ سے میں خفا ہوا



۰

ای نو ببار عاشقان داری خبر از یار ما؟
 ای از تو آبستن چمن وای از ت خندان با غرها

ای بادهای خوش نفس عشاق را فریاد رس
 ای پاکتر از جان و جا آخر کجا بودی؟ کجا؟

ای فتنه روم و حبس حیران شدم کین بوی خوش
 پیراهن یوسف بود یا خود روان مصطفی؟

ای جویبار راستی از جوی یار ماستی
 بر سینه هاسیناستی بر جانهای جان فزا

ای قیل وای قال تو خوش وای جمله اشکال تو خوش
 ماد تو خوش سال تو خوش ای سال و مه چاکرترا



O

اے نوبہار عاشقان کچھ دے خبر اس یار کی
اے تجھ سے نورستہ چمن اے تجھ سے خندان گلتاں

عشق کی فریاد کو لے جا ہوئے خوش نش
اے جانِ جاں سے پاک تر، آخر کہاں ہے تو کہاں

اے فتنہ روم و بیش، حیران ہوں خوشبو تری
پیراہن یوسف سے تھی یا تھی روانِ مصطفیٰ

اے جو بیمار راستی تو آئی جوئے یار سے
سینے میں اس کے سینا ہے اور جان اس کی جان فرا

کیا خوب قیل و قال تھے کیا خوب سب اشکال تھے
کیا خوب ماہ و سال تھے، ہر سال و مہ چاکر ترا



۰

چه باشد گر نگارینم بگیرد دست من فردا
زروزن سر درآویزد ش چو قرص ماه خوش سیما

درآید جان فزای من، گشاید دست و پای من
که دستم بست و پایم هم، کف هجران پا برجا

بدو گویم بجان تو که بی توابی حیات جان
نہ شادم می کند عشرت، نه مستم می کند صرها

و گراز ناز او گوید برو، ازمن چه میخواهی
ز سودای تو می ترسم که پیوندد بمن سودا

پرم تیغ و کفن پیشش، چو قربانی نهم گردن
که از من درد سر داری، مرا گردن بزن عمدا

تو می دانی که من بی تو نخواهم زندگانی را
مرا مردن به از هجران بیزدان کا خرج الموتی

O

گئے کیا اچانک تحام لے وہ باتھے گر میرا
درستچ سے نکالے مر کہ جیسے ماں خوش یہما

گر آئے جاں فزا میرا تو میرے دست و پا کھولے
کہ مر سے پاؤں تک جکڑا ہوا ہوں بھر سے ایسا

کہوں میں جان و دل سے یہ کہ تجھے بن اے حیات جاں
نہ عشرت خوش کرے مجھ کو، نہ مستی لائے یہ صہبا

کہے وہ ناز سے گر، جا تجھے کیا چاہیے مجھ سے
کرے مجھ کو نہ سودائی کہیں تیرا عجب سودا

کروں تن د کفن حاضر، جھکادوں سامنے گردن
یہ درد مر ہے گر مجھ سے تو کردے قتل تو میرا

تجھے معلوم ہے تجھے بن نہیں جینے کی کچھ خواہش
جدائی سے ہے موت اچھی ہے یزدان کا خرج الموتی^{۲۹}

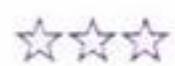
مرا باور نمی آمد که از بندۀ تو برگردی
همی گفتم ارجیفست و بهتان گفته ادا

تُوی جان من و، بُی جان ندانم زیست من باری
تُوی چشم من و بُی تو ندارم نیده بینا



مجھے باور نہیں آتا کہ تو پھر جائے گا مجھ سے
یہی کہتا ہوں یہ بہتان ہے، یہ گفتہ اخداداء

مری جاں تو ہے میں بے جان ہوں میں زیست کیا جانوں
مری آنکھیں ہے تو، تجھ بن نہیں آنکھیں مری بینا



۰

ای وصالت یک زمان بوده فراقت سالها
ای بزودی بار کرده بر شتر احمالها

شب شد و در چین زهجران رخ چون آفتاب
در فتاده در شب تاریک بس زلزالها

چون همی رفتی بسته حیرتی حیران بدم
چشم باز و من خموش و می شد آن اقبالها

ورنه سکته بخت بودی مر مرا خود آن زمان
چهره خون الود کردی بر دریدی شالها

بر سر ره جان و صد جان در شفاعت پیش تو
در زمان قربان بکر دی خود چه باشد مالها

تا بگشتی در شب تاریک زاتش نالها
تا چو احوال قیامت دیده شد احوالها

O

ایک موسمِ دصل کا اور بھر کے اتنے برس
آہ کس جلدی میں سماں تم نے اشتہر پر وصرا

ہوئی تھی رات اور چین جپین آفتاب
لارہی تھی اس شبِ تاریک میں اک زلزلہ

یوں گئے میں سکنے حیرت میں حیراں رہ گیا
آنکھ کھولے دم بخود اور ہوئی قسم یہ

وہ بھی دن تھے تم مری خاطر پریشان حال تھے
چہرہ خون آلود کرتے، چاک کرتے تھے قبا

برسر رہ جان حاضر ہے شفاعت کو تری
مال کیا ہے ان دنوں قربان تم کرتے تھے جاں

آتشیں نے لے کے پھرتے ہو شبِ تاریک میں
ہول سارے دیکھ لوگے حشر کے احوال کا

تا بدیدی دل عذابی گونه گونه در فراق
سنج خون گرید اگر زان بشنود احوالها

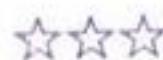
قدها چون تیر بوده گشته در هجران کمان
اشک خون آلد گشت و جمله دله دالها

از برای جان پاک نور پاش مه و شت
ای خداوند شمس دین تا نشکنی آمالها

ناگهان بیضه شگافد مرغ معنی بر پرد
تا هما از سایه آن مرغ گیرد فالها

هم توبنیس ای حسام الدین و می خوان مدح او
تا برغم غم به بینی بر سعادت خالها

گرچه دست افزار کارت شد ز دستت باک نیست
دست شمس الدین دهد مریپات را خلخالها



کب تک دیکھو گے گونہ دل عذابی بھر کی
سنگ خوں روئے سنے گروہ ہمارا ماجرا

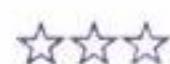
قد ہمارے تیر تھے غم سے کماں اب ہو چلے
اشک خوں آلوہ جیں اور دل بناء ہے دال سا

از برائے جان پاک نور پاش اے ماہ وش
اے خداوند شمس دیں مت توڑ میرا آسرا

اے حام الدیں لکھو بھی گاؤ بھی اس کی شنا
تاکہ غم کی جا پہ دیکھو تم سعادت کے نشاں

ناغہاں ٹوٹا وہ بیضہ ، مرغ معنی اڑ چلا
اس کے سائے میں ہما فالیں نکالے گا سدا

ہاتھ سے تو نے لکھا ہے باک گو اس میں نہیں
دستِ شمس الدیں نے لیکن پاؤں کو گھنگرو دیا



0

بسو زانیم سودا و جنون را
در آشامیم هر دم موج خون را

حریف دوزخ آشامان مستیم که بشگافند سقف سبز گون را

چه خواهد کرد شمع لا یزالی
فلک راوین دو شمع سرنگون را

که از حد بُرد تزویر و فسون را
چوگرددمست، حد بروی برانیم

چنانش بیخود و سرمست سازیم
که چون آید نداند راه چون را

که تا عبرت شود لایعلمون را
به چنان پیرو چنان عالم فنا

۰

سلگتا ہوں کروں کیا اس جنوں کو
میں ہر دم پی رہا ہوں موجِ خون کو

حریفِ دوزخ آشامان ہوں اور مت
کہ جو چھیدیں گے سقفِ نیلگوں کو

کرے گی کیا یہ شمع لایزاں
فلک کو اور دو شمعِ سرگوں کو

ہوا گر مت حد نافذ کروں گا
بڑھایا یا حد سے تزویرِ دفسوں کو

ہوا اس ساز سے سرمست ایسا
بجے جو کچھ نہ جانے لفظِ کیوں کو

یہ ایسا پیر یہ عالم فنا ہو
کہ عبرت ہو سکے لا یعلموں^۲ کو

درون خانه دل او ببیند

ستون این جهان بی ستون را

که سرگردان بدین سرهاست گرنہ

سکون بودی جهان بی سکون را



جہاں بے ستون میں دل کے اندر
فقط اس نے دکھایا اک ستون کو

کئی سر اس میں سرگردان ہیں ورنہ
سکون آتا جہاں بے سکون کو



O

طبیب درد بی درمان کدامست
رفیق راه بی پایان کدامست

اگر عقلست پس دیوانگی چیست
و گر جانست پس جانان کدامست

چراغ عالم افروز مخلد که نی کفرست و نی ایمان کダメست

پر از درست بحر لایزالی درونش گوهر انسان کダメست

غلامانه سنت اشیا راقباها کダメست میان بندگان سلطان

یکی جزو جهان خود بی مرض نیست
طبیب عشق رادکان کダメست

O

طبیب درد بے درماں کہاں ہے
رفیق راو بے پایاں کہاں ہے

اگر ہے عقل، ہے ولیوائی کیا
اگر جاں ہے تو پھر جاناں کہاں ہے

چراغ افروز عالم مسلسل
نہیں ہے کفر و نے ایماں، کہاں ہے

گھر سے پڑ ہے بحر لایزالی
پہ اس میں گوہر انسان کہاں ہے

غلامانہ ہیں اشیا کی قائمیں
غلاموں میں وہ اک سلطان کہاں ہے

نہیں اک جزو بھی دنیا کا بے مرض
طبیب عشق کی دکاں کہاں ہے

خرد عاجز شداندر فکر عاجز
که سرکش کیست سرگردان کدامست

بت موزون به بتخانه بسی جست
که موزونات را میزان کدامست

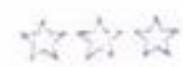
چه قبله کرده ای این گفت و گورا
طلب کن درس خاموشان کدامست



خرد عاجز ہوئی اور فکر عاجز
کہ سرکش کون سرگردان کہاں ہے

بت موزوں نے بت خانے میں ڈھونڈا
کہ موزوںات کا میزار کہاں ہے

تری اس گفتگو کیا ہے قبلہ
طلب کر درس خاموشان کہاں ہے



۰

ازیکی	آتش	بر	آوردم	ترا
دردگر	آتش	بگستردم		ترا

از دل من زاده ای همچون سخن
چون سخن آخر فرو کردم ترا

بامنی	وزمن	نمی	داری	خبر
جادوم	من	جادوی	کردم	ترا

تائیفتند	بد	چشم	جمالت	بر
گوش	ترا	بیازردم	مالیدم	

دایم	اقبالت	جوان	شد	زانچ	داد
این	کف	دست	جوامردم		ترا



O

ایک آتش سے نکالوں گا
دوسری آتش میں ڈالوں گا

دل میں تو پیدا ہوا ہے جیسے بات
بات جیسا ہی چبالوں گا

چشم بد تجھ سے ہمیشہ دور ہو
ایک تکلیفوں میں ڈالوں گا



ساتھ میرے اور مجھ سے بے خبر
میں ہوں ساحر تجھ پر جادو کر دیا

ہے ترا اقبال دائم،
میں نے ہے دست جواں مردی دیا



۰

مرا آن اصل بیداری، دگر باره به خواب اندر
بداد افیون شور و شر، ببرد از سر ببرداز سر

به صد حیله کنم غافل، ازو خود را کنم جا هل
باید آن مه کامل، به دست او چنین ساغر

مرا گوید نمی گوی، که تا چند از گداروی
چوهر عوری و ادبی، گدایی می کنی هر در

بدین زاری و خفریقی، غلام دلق و ابریقی
اگر حقی و تحقیقی، چرا یی این جوال اندر

ازینها کز تو می زاید، شهان راننگ می آید
ملک بودی چرا باید که باشی دیو راتسخر

که داند گفت گفت او، که عالم نیست جفت او
زپیدا و نهفت او، جهان کورست و هستی کر

○

ملا وہ اصل بیداری مجھے سوتے ہوئے پھر کل
بہت افیوں کا تھا غونما، میرا بس گھومتا تھا سر

ہوا غافل بصد مشکل، نکالی دل سے یاد اس کی
نظر آیا مہ کامل وہی تھا باتحہ میں ساغر

وہ یوں کہنے لگا مجھ سے کہاں تک یہ گدا روئی
تم آوارہ بحکاری سے، بھنکتے کیوں ہوں یوں در در

کہاں کی آہ و زاری، تم غلام خرقہ پوشی ہو
اگر حقیقی ہو، کیوں لی یہ بلا سر پر

تمہارا حال ایسا ہے کہ شہ کو نگ آتا ہے
فرشتہ تھے اور اب شیطان بھی نہ کر گیا تم پر

کے سمجھاؤں بات اسکی، نہاں اس کا، عیاں اس کا
نبیں عالم میں جفت اس کا، جہاں ہے کور ہستی کر

مرا گرآن زبان بودی، که راز یار بکشودی
هر آن جانی که بشنویدی، برون جستی ازین معبر

از آن دلدار دریا دل، مرا حالیست بس مشکل
که ویران می شود سینه از آن جولان و کروفر

اگر با مومنان گویم، همه کافر شوند آندم
وگر با کافران گویم، نماند در جهان کافر

چودوش آمد خیال او به خواب اندر تفضل جو
مرا پر سید چونی تو، بگفتم بی تو بس مضطرب

اگر صد جان بُود مارا، شود خون از غمت یارا
دلت سنگست یا خارا، و یا کو هیست از مرمر



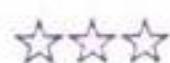
اگر ہوتی زبان قابل کہ اس کا رمز کہہ سکتی
یہ عالم دنگ رہ جاتا، بکھر جاتے یہ بھروسہ بر

مرے دلدار دریا دل، مرا جینا ہے اب مشکل
مرا ویران ہے سینہ، سلامت تیرا کردفر

اگر کافر کو بتا دوں زمیں سے کفر مت جائے
مسلمانوں کو سمجھا دوں تو سب ہو جائیں گے کافر

خیالوں میں کل آیا تھا پھر اس کو نیند میں پایا
یہ کہتا تھا کہ کیسے ہو؟ کہا تیرے سوا مضطرب

جو سو جانیں مری ہوتیں تو غم سے خون تھیں یارا
تر ا دل سنگ ہے یا خارا ہے یا تودہ مر مر



۰

دوش من پیغام کردم سوی تو استاره را
گفتمش از من خبر ده دلبر خون خواره را

سجده کردم گفتم این سجده بدان خورشید بر
کو بتابش زر کند مر سنگهای خاره را

سینه خود باز کردم زخمها بنمودمش
گفتمش از من خبر ده دلبر خون خواره را

سو بسو گشتم که تا طفل دلم خامش شود
طفل خسپد چون بجنband کسی گهواره را

طفل دل را شیرده مارا ز گردش وا رهان
ای تو چاره کردی هر دم صد چومن بیچاره را

شهر وصلت بوده است آخر ز اول جای دل
چند داری در غریبی این دل آواره را

O

کل ستارے کو دیا پیغام یہ تیرے لیے
دے خبر میری ذرا اس دلبر مہ پارہ کو

سجدہ کر کے یہ کہا لے جا تو اس خورشید تک
جس کی تابش زر بنا دیتی ہے سنگ خارہ کو

اپنا سینہ کھول کر دکھائے اس کو زخم سب
اور کہا دینا خبر اس دلبر خونخوارہ کو

چلتا رہتا ہوں کہ چپ ہو جائے میرا طفل دل
طفل سو جاتا ہے گر جنبش ملے گھوارہ کو

طفل دل کو دودھ دے، گردش سے دے مجھ کو نجات
اے کو تودرماں ہے نومیدی کا ہر بے چارہ کو

جائے دل آخر تو شہر وصل ہوتا ہے سدا
کب تک غربت میں رکھے گا دل آوارہ کو

من خمش کردم ولیکن از پی دفع خمار
ساقی عشاق گردان نرگس خماره را



میں ہوا خاموش لیکن کس طرح تو نے خمار
ساقی عشق پھیر اس نرگس خمارہ کو



۰

ای شاد که ما هستم اندر غم تو جانا
هم محرم عشق تو هم محرم تو جانا

هم ناظر روی تو هم مست سبوی تو
هم شسته بنظره بر طارم تو جانا

تو جان سليماني آرامگه جاني
ای دیو و پری شیدا از خاتم تو جانا

امه بی خودی جانها در طلعت خوب تو
امه روشنی دلهای اندر دم تو جانا

تو کعبه عشاقی شمس الحق تبریزی
زمزم شکر آمیزد از زمزم تو جانا



○

خوش ہوں کہ مجھے ہے بس اک تیرا ہی غم جانا
ہوں عشق کا بھی محرم، اور تیرا بھی ہوں جانا

میں رخ کا ترے ناظر اور مت سبو تیرا
بینجا ہوں نظارے کو گنبد چہ ترے جانا

تو جان سلیمان ہے، آرام گھبہ جا ہے
شیدا جس انگوٹھی پر دلو اور پری جانا

ہے بے خودی جانوں کی تیرے رخ زیبا سے
ہے روشنی سینوں کی سانسوں سے تری جانا

عشق کا کعبہ ہے حشی لحق تبریزی
زمزم نے شکر پائی ززمم سے تری جانا

۰

صورتگر نقاشم هر لحظه بُتی سازم
وآنگه همه بتھارا در پیش تو بگدازم

صد نقش بر انگیزم با روح در آمیزم
چون نقش ترا بینم در آتشش اندازم

تو ساقی خماری یا دشمن هشیاری
یا آنکه کنی ویران هر خانه که بر سازم

جان ریخته شد باتو آمیخته شد باتو
چون بوی تو دارد جان، جانرا هله بنوازم

در خانه آب و گل بی تُست خراب این دل
یا خانه درآ ای جان یا خانه بپردازم



O

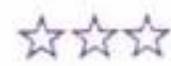
نقاش ہوں بت گر ہوں، بت روز بناتا ہوں
پکھلاتا ہوں سب، تجھ کو جب سامنے پاتا ہوں

سو نقش بناتا ہوں، جاں ڈالتا ہوں ان میں
صورت تری جب دیکھوں، ہر نقش جلاتا ہوں

کیا تو مرا ساقی ہے؟ یا دشمن زیر ک ہے؟
ویراں اسے کرڈالے، جو گھر بھی بناتا ہوں

جاں میری گھلی تجھ میں، رس بس گئی یوں تجھ میں
ہے جاں میں تری خوشبو، بینے سے لگاتا ہوں

یہ خانہ آب و گل تجھ بن ہے کھنڈر جیسا
یا اس میں در آئے جاں یا میں اسے ڈھاتا ہوں



۰

کناری ندارد بیابان ما
قراری ندارد دل و جان ما

جهان در جهان نقش صورت گرفت
کدامست ازین نقشها آن ما

چو در ره ببینی بُریده سری
که غلطان رود سوی میدان ما

ازو پرس ازو پرس اسرار دل
کزو بشنوی سر پنهان ما

چه گویم چه دام که این داستان
فزونست از حد و امکان ما

چه کبان چه بازان بهم می پرند
میان کهستان هوای ما

O

کنارہ نہیں اس بیان میں
نہیں ہے قرار اس دل وجہان میں

جہاں در جہاں نقش تجیم ہیں
ہمارے وجود ان میں ہیں کون سے

بڑیدہ جو سر آئے رہ میں اُنظر
لڑھکتا روایت ہو جو میدان میں

تو اسرارِ دل اس سے پوچھے اس سے پوچھے
سنا دے گا میر نہاں آن میں

کہوں کیا، کروں کیا، کہ یہ داستان
نہیں ہے مرے حد و امکان میں

بہم اڑ رہے ہیں کبک اور باز
ہمارے انوکھے کہستان میں

نه هفت آسمان کآن زعرش است زیر
از آن سوی عرش است جولان ما

صلاح الحق و دین نماید ترا
ما سلطان شہنشاه جمال



پرے سات افلاک سے ہے جو عرش
ہم اس سمت اڑتے ہیں جولان میں

صلاج حق و دیں دکھاوے
کہ کیا حسن تھا میرے سلطان میں

۰

من آن روز بودم که اسماء نبود
نشان از وجود مسمای نبود

زما شد مسمای و اسماء پدید
در آن روز کا نجا من و مانبود

نشان گشت مظہر سر زلف یار
هنوز آن سر زلف زیبا نبود

چلیپا و نصرانیان سر بسر
بپیمودم اندر چلیپا نبود

به بتخانه رفتم بدیر کهن
درو هیچ رنگی هویدا نبود

بکوه هرا رفتم و قندھار
بديدم در آن زير و بالا نبود

O

میں اس دن بھی تھا جب کہ اسماء نہ تھے
نشان اور وجودِ مسمی نہ تھا

ہوئے مجھ سے ظاہرِ مسمی و اسم
کہ جب امتیازِ ہم و میں نہ تھا

ظہورِ نشان تھا سر زلف زیبار
بھی وہ سر زلف زیبا نہ تھا

اے میں نے ڈھونڈا کلیساوں میں
کلیساوں میں وہ کسی جا نہ تھا

اے مندروں میں کیا پھر تلاش
دہاں رنگ اس کا ہویدا نہ تھا

ہرات اور قندھار میں کی تلاش
نہیں تھا، کہیں زیر و بالا نہ تھا

بعداً شدم برسر کوه قاف
در آن جای جز جای عقا نبود

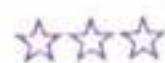
بکعبه کشیدم عنان طلب
در آن مقصد پیر و برنا نبود

پیر سیدم از ابن سیناش حال
بر اندازه ابن سینا نبود

سوی منظر قاب شدم قوسین
در آن بارگاه معلاً نبود

نگه کردم اندر دل خویشتن
در آن جاش دیدم دگر جا نبود

بعز شمس تبریز پاکیزه جان
کسی مست و مخمور و شیدا نبود



کیا عزم میں نے سر کوہ قاف
دہان بھی بجز جائے عنقا نہ تھا

عنان طلب سوئے کعبہ جو کی
وہ اس جائے اقدس میں پیدا نہ تھا

یہ چاہا سنوں اہن سینا سے حال
بہ اندازہ اہن سینا نہ تھا

سوئے منظر قاب و قوسیں گیا
وہ عظمت کی اس بارہ گھمہ میں نہ تھا

نظر اپنے دل پر اچانک پڑی
وہیں اس کو دیکھا ، دگر جا نہ تھا

بجز نہش تبریز پاکیزہ جا
کوئی مت و محمور و شیدا نہ تھا



۰

ای چنگ! پرده های سپاهانم آرزوست
وی نائی! ناله خوش سوزانم آرزوست

در پرده حجاز بگو خوش ترانه ای
من هد هدم صفیر سلیمانم آرزوست

از پرده عراق به عشا ق تحفه بر
چون راست و بو سلیک خوش الحانم آرزوست

این علم موسقی بر من چون شهادتست
چون مؤمنم شهادت وايمانم آرزوست

ای عشق عقل راتو پراكنده گوی کن
ای عشق نکته های پريشانم آرزوست

ای باد خوش که از چمن عشق می رسمی
بر من گذر که بوى گلستانم آرزوست

O

اے چنگ مجھ کو سازپاہاں کی آرزو ہے
اے نے مجھے ترانہ سوزاں کی آرزو ہے

در پردا ججاز نا نغمہ منزہ
بُد بُد ہوں میں، صفیر سلیماں کی آرزو ہے

اس پردا عراق سے سوغات بھیجتا ہوں
پس مجھ کو بوسیک خوش الخاں کی آرزو ہے

موسیقی کا یہ علم شہادت بناء ہے مجھ پر
مؤمن ہوں میں، شہادت و ایماں کی آرزو ہے

اے عشق میری عقل پرائندہ گو بنادے
اے عشق نکتہ ہائے پریشاں کی آرزو ہے

اے عشق کے چمن سے جو آئی وہ باد تازہ
مجھ پر گزر کہ بوے گلتاں کی آرزو ہے

۰

مطربانرمک بزن تا روح باز آید به تن
چون زنی بر نام شمس الدین تبریزی بزن

مطربا بهر خدا تو غیر شمس الدین مگو
برتن چون جان او بنواز تن تن تن

تاشود این نقش تو رقصان به سوی آسمان
تاشود این جان پاکت پرده سوز و گامزن

شمس دین و شمس دین و شمس دین می گوی و بس
تا ببینی مردگان رقصان شده اندر کفن

مطربا گرچه نیی عاشق، مشو از ما ملول
عشق شمس الدین کند مرجانت راچون یاسمن

خارها خندان شده بر گل بجسته برتری
سنگها با جان شده بالعل گوید ما ومن

○

نرم چھیڑ اس ساز کو مطرب کہ پھر جاں پائے تن
نامِ شمس الدین تبریزی بجامت و مگن

مطربا ببر خدا جز نامِ شمس الدیں نہ گا
میرے تن پر نام اس کا تو بجا تن تن تن

تا کرے پرواز پیکر تیرا سوئے آسمان
اور تری یہ پاک جاں پر سوز ہو اور گام زن

کچھ نہ گا جز شمس دین و شمس دین و شمس دیں
تاکہ دیکھے رقص میں مردوں کو تو اوڑھے کفن

مطربا گو تو نہیں عاشق مگر مت ہو ملول
عشقِ شمس الدیں سے ہو جاتی ہیں جانیں یا من

خار بنس پڑتے ہیں اور پاتے ہیں گل پر برتری
پھرودیں میں جان پڑجاتی ہے جوں لعل یہ من

۰

ای عاشقان ای عاشقان، هنگام کو چست از جهان
در گوش جانم می رسد، طبل رحیل از آسمان

نک ساربان بر خاسته، قطار ها آراسته
از ما حلالی خواسته، چه خفته ای ای کاروان

این بانگها از پیش و پس بانگ ر بست و جرس
هر لحظه ای نفس و نفس، سر می کشد در لامکان

زین شمعهای سرنگون، زین پرده های نیلگون
خلقی عجب آید برون، تا غیبها گردد عیان

ای دل سوی دلدار شو، ای یار سوی یار شو
ای پاسبان بیدار شو، خفته نشاید پاسبان

هر سوی شمع و مشعله، هر سوی بانگ و مشغله
کامشب جهان حامله، زاید جهان جاودان

O

اے عاشتو اے عاشتو، رخصت کی ساعت آگئی
آتا ہے گوشِ جان میں طبلِ رحیل کارواں

لو اٹھ گیا وہ ساریاں، قطار ہیں آرستے
لو اس نے اجرت مانگ لی، سوتا ہے کیا اے کارواں

یہ سب صدائیں پیش و پس رہواروں کی ہیں گھنیاں
ہر لحظہ ہوتی ہیں روای ارواح سوے لامکاں

یہ ساری شمیں سرگاؤں، یہ سارے پردے نیلگوں
اک خلق عجب آلی بروں، تاغیب ہو جائے عیاں

اے دل سوئے دلدار چل، اے یار سوئے یار چل
اے پاسباں بیدار ہو، سوتے نہیں ہیں پاسباں

یہ غلغلے یہ مشعلیں! امشب جہاں حالمہ
پیدا کرے گا بطن سے اپنے جہاں جاوداں

تو گل بُدی و دل شدی، جاھل بُدی عاقل شدی
آنکو کشیدت اینچنین، آنسو کشاند کش کشان

اندر کشاکشهای او، نوش است ناخوشاهای او
آبست آتشهای او، بر وی مکن رو راگران

درجان نشستن کار او، توبه شکستن کار او
از حیله بسیار او، این ذره ها لرzan دلان

ای ریش خند رخنه جه، یعنی منم سالر ده
تاکی جهی گردن بنه، ورنی کشندت چون کمان

تخم دغل می کاشتی، افسوسها می داشتی
حق را عدم پنداشتی، اکنون ببین این قلتیان

ای خربه کاه او ولیتری، دیگی سیاه او ولیتری
در قعر چاه او ولیتری، ای ننگ خانه و خاندان

در من کسی دیگر بود کاین خشمها از وی جهد
گر آب سوزانی کند، زاتش بود این رابدان

یوں چرخ گردان تھا کہ تو عاقل تھا گھری نیند میں
فریاد اے عمر سبک، زنہار اے خواب گرداں

مئی تھا تو دل بن گیا، جاہل تھا عاقل بن گیا
لایا یہاں تک جو تھے، وہ کھینچ لے جائے گا داں

جاں میں بھی وہ پیوست ہے، توبہ بھی ہے وہ توڑتا
حیلے ہیں اتنے گوناگوں، لرزی ہے روح ذرگاں

نازاں نہ ہو اس ریش پر گویا کہ تو سالار ہے
گردن جھکا ورنہ تھے کھینچیں گے یوں جسے کماں

تھم ریا بوتا تھا تو اور خندہ زن ہوتا تھا تو
حق کو سمجھتا تھا عدم، اب دیکھ لے غول سگاں

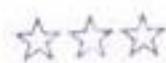
اے خر تو چارے سے ہی خوش، عاشق ہے تو بس دیگ کا
خوش خوش کنویں میں ہے پڑا، اے نگ خان و خانداں

مجھ میں نہاں تھی شے کوئی آنکھوں سے جو لپکی مری
پانی جو آئے جوش میں ہے آگ پر سمجھو دھرا

در کف ندارم سنگ من باکس ندارم جنگ من
باکس نگیرم تنگ من، زیرا خوشم چون گلستان

پس خشم من زان سر بود، وز عالم دیگر بود
این سو جهان آن سو جهان، بنشسته من برآستان

بر آستان آن کس بود، کو ناطق اخرس بود
این رمز گفتی بس بود، دیگر مگر درکش زبان



نے ہاتھ میں اب سنگ ہے، نے اب کسی سے جنگ ہے
نے میں کسی سے تنگ ہوں، میں خوش ہوں، جیسے گلتاں

غصہ مرا اُس جا سے تھا جو دوسرے عالم میں ہے
دلیز پر بیٹھا ہوں میں، اس رخ جہاں اُس رخ جہاں

دلیز پر یہ کون تھا؟ گونگا کہ جو ناطق بھی تھا
اس رمز کو کافی سمجھو، بس روک لے منھ میں زبان



حوالہ

- ۱۔ مولانا کے مخصوص رقص کی طرف اشارہ ہے۔ چکلی کی مناسبت سے دوسرے مصروع میں ”گندم“ لایا گیا ہے۔ مولانا لکھتے ہیں ”ہمہ صاحب دلاں گندم کہ با مغزند و بالڈت“۔ پن چکلی کی تمثیل مولانا کے کلام میں جا بجا ہے۔ وہ اسے انسان سے تشبیہ دیتے ہیں۔
- ۲۔ ارفق بنایا ربنا: اے رب تو میرارفیق بن جا
- ۳۔ روان: روح اور جان سے مشابہہ قوت حیات۔ مولانا کے کلام میں ان تینوں کے مطلب میں فرق ہے۔ اردو میں ”روان“ اب صرف ”روح و روان“ کی اصطلاح میں استعمال ہوتا ہے۔ کثرت استعمال سے لوگ اسے ”روح روان“ کہنے لگے ہیں۔
- ۴۔ جالقصاء: محاورے میں ”اف قیامت ہے!“
- ۵۔ الی وجدت۔۔۔ ”میں نے ایک عورت دیکھی ہے جو ان پر حکومت کرتی ہے اور اس کے پاس سب ساز و سامان ہیں“۔ یہ آیت سورۃ نمل سے ہے۔ ہد ہد حضرت سلیمان کو ملکہ بلقیس کے بارے میں بتا رہا ہے۔
- ۶۔ ایہا العشاق قوموا: اے عاشقو، کھڑے ہو جاؤ تیاری، کرو، دعوت ہے (اصلاء زیادہ تر نماز کے لیے کہا جاتا ہے اور اس کا مطلب ”اجازت ہے“ بھی سمجھا جاتا ہے)
- ۷۔ قالب کے عربی میں وسیع مطلب ہیں۔ کھانچی، ایسی شے جس میں کچھ اور بنے، جیسے سانچے، وہ بھی کہ جو مرٹتا ہو، بدلتا ہو، یا چیچھے جاتا ہو۔ قالب مثالی: جو ہری شکل، لطیف شکل جس میں ماڈہ اثر پذیر ہوتا ہے اور جو اس ماڈے کا کھانچہ بنتا ہے۔
- ۸۔ تصوف کی اصطلاح میں خیمه ایسے دفعے کو کہتے ہیں جس میں بہت سے دوسرے کام شامل

- ہوں۔ جیسے کوئی رسی بتا، کوئی میخیں ٹھونکتا ہے، کوئی کپڑا تاتا ہے۔ (دی صوفی: ادریس شاہ)
- ۹۔ شیر تصوف کی اصطلاح میں کامل صوفی کو کہتے ہیں (دی صوفی: ادریس شاہ)
- ۱۰۔ ترکستان کے اطراف میں قدیم باشکرد قبائل مچھلی اور سانپ کی پرسش کرتے تھے (سفر نامہ ابن فضلان)
- ۱۱۔ جاء الفرج: کشادگی کا مقام یا درجہ
- ۱۲۔ دیکھنے والے نوٹ نمبر۔
- ۱۳۔ اس ہندی روایت کی طرف اشارہ ہے کہ کبکشاں (گودھولی) آسمان پر گائیوں کا راستہ ہے۔
- ۱۴۔ زحل (ایک منحوس ستارہ)
- ۱۵۔ دولہا، تصوف کی اصطلاح میں روحِ اولیٰ کو بھی کہتے ہیں۔
- ۱۶۔ يفعل الله ما شاء: خدا وہ کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے
- ۱۷۔ صوفی مسلم میں سالک وصل خداوندی کے لیے جو مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں انہیں روشن کہتے ہیں۔
- ۱۸۔ ارسلنا: بخش، کچھ بھیجننا
- ۱۹۔ اخرج الموتی: جو مر چکے ہیں انہیں خارج کر دو
- ۲۰۔ لا یعلموں: جو نہیں جانتے، جہلاء

حیرت کدھ

شاعری کا، خصوصاً غزل کا منظوم ترجمہ میرے نزدیک ایک انبوñی سی بات تھی۔

تو پھر یہ کیا ہوا؟

دیوان شمس تبریز میں نے صرف چند نوٹس لینے کے لیے کھوالا تھا۔ چند اشعار کا نشی ترجمہ کرنا بھی مقصود تھا۔ کسی غزل کا منظوم ترجمہ کرنے کا تو میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔

اور یہ نہایت حیران کن وقوعہ ظہور پذیر ہوا کہ جیسے کسی نے مجھے آلیا۔ بے شک۔

ہر بیشه گماں مبر کہ خالیست

اس جنگل میں کوئی تھا، کوئی زندہ شخص جو عالم بے خودی میں رقص کر رہا تھا۔ کبھی ایک رقص طرب میں محو اور کبھی آنسوؤں کی بوچھاڑ میں ڈوبا ہوا۔۔۔ گاہے کھلکھلاتا، گاہے پر سکون اور کبھی فکر میں غرق! اور ہر صورت میں تمام حیاتی تو انسیوں کے ساتھ زندہ!

یہ سلسلہ ان موسیقی سے لبریز غزلوں کو بے اختیار گنگانا نے سے آغاز ہوا جس کے ساتھ یہ از خود اردو میں متنقلب ہونے لگیں۔ میری ذاتی اصطلاح میں یہ ترجمے نہیں "مقلبات" ہیں۔ اس ترجمے کا عمل ایک جیتے جائے انسان کے ساتھ ایسا رقص تھا جس میں، میں نے اپنے آپ کو مستغرق دیکھا۔

دیوان کی غزلوں کا طسم یہ ہے کہ جوں ہی آپ اعتبار کرنے لگیں کہ یہ گاہیک آپ جیسا ہی انسان ہیں، آپ ان کے ساتھ کھلکھلا کر نہ سکتے ہیں اور زار و قطار آنسو بھا سکتے ہیں، میں اسی لمحے یہ احساس آپ کو جکڑ لیتا ہے کہ یہ ہرگز آپ جیسے انسان نہیں ہیں۔ یہ کسی دوسرے عالم

میں ہیں۔ ایک ایسا عالم اسرار جہاں تک آپ کی رسائی ہرگز نہیں۔ لیکن ان غزلوں کے اشعار کا ہر مصروف جس کی جانب دروازے کھول رہا ہے۔

روئی صرف ایک شاعر بے مثال ہی نہیں تھے، وہ ایک پختہ کار صوفی بھی تھے اور اس کا گہرا تعلق مذہب سے ہے۔ ان کے کلام کا ترجمہ کرتے ہوئے میں نے اس بات کو لمحہ بھر کے لیے بھی فراموش نہیں کیا ہے۔ میں نے ایک ایک لفظ کو ادب اور احتیاط سے ترجمہ کیا ہے۔ دیوانِ شخصی تبریز کے مطالعے کے دوران یوں بھی کیف و سرستی کے ساتھ ساتھ قاری پر ایک خوف اور ہیبت کا عالم بھی طاری ہو جاتا ہے۔

دیوانِ شخصی تبریز میں کلامِ روئی ایک Prism کی مانند ہے۔ اس کے رنگوں کا شمار نہیں ہو پاتا۔ ہر رنگ سے ایک دوسرا رنگ پھوٹتا چلا جاتا ہے۔

رقم الحروف تصوف کے اسرار و رموز کی الف بے سے بھی سر مو واقف نہیں۔ یوں بھی یہ ایسا علم ہے جسے سمجھنے کے لیے ایک عمر درکار ہے نہ کہ چند مہینے یا سال۔ لیکن تصوف پر جو تحریر یہیں ان میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ اس کا تعلق "سمجھنے" سے بڑھ کر "محسوس" کرنے سے ہے۔ روئی کا کمال یہ ہے کہ ان کے اشعار پڑھ کر قاری ان کی قلبی کیفیت محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ ترسیل کا جادو ہے، سحر ہے!

ان غزلوں کا ترجمہ اصل کے عین مطابق ہے اور جہاں تک ممکن ہو سکا میں نے خود اصل متن کی وہ تمام تراکیب استعمال کی ہیں جو اردو میں کھپ سکتی تھیں۔ بعض لوگوں کو اس پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ ترجمہ "خلص" اردو میں کیوں نہیں۔

میری نظر میں یہ اعتراض ناجھی پر منی ہے۔ اردو کا طرز و امتیاز ہی یہ ہے کہ وہ "خلص" ہو ہی نہیں سکتی پھر اگر اردو شاعری میں "شب سیاہ" عام ترکیب ہے تو ترجمے میں اسے "کالی رات" کہنا کس لیے ضروری ہے۔ اساتذہ کے اردو کلام میں اس سے کہیں زیادہ ادق تراکیب موجود ہیں۔ یہ ترجمہ بہر حال "آسان اردو" والوں کے لیے نہیں کیا گیا۔ جو خواتین و حضرات اردو شاعری کے اساتذہ کا کلام نہیں سمجھ سکتے وہ اس کتاب کو فی الفور طاقت پر رکھ دیں تو مترجم کو چند اس اعتراض نہیں ہو گا۔

مجھے امید ہے کہ ترجمے میں مولانا کے اپنے الفاظ اور تراکیب اور بیشتر اوزان کو کام میں لا کر میں صرف معنی نہیں بلکہ اس کلام کی "صورت" بھی آپ تک پہنچا سکی ہوں۔ یہی تو مولانا کے فلسفہ کا نات کا اہم جز ہے کہ معنی صورت کے بغیر نہیں، بلکہ ممکن ہی نہیں۔ وہ صورت کو بے کار نہیں سمجھتے بلکہ بعض اوقات تو جان معنی سمجھتے نظر آتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ رومی کے کلام میں روحانیت اور ما ذیت کا ایسا حیران کن اتصال نظر آتا ہے کہ انسان ششده رہ جائے کہ ہزاروں برس سے باہم رقیب ان نظریات کی سمجھانی یوں بھی ممکن تھی!

اس انتخاب میں صرف وہی غزلیں اور اشعار شامل ہیں جو بہت آسانی اور آہستگی سے اردو میں ڈھل گئے۔ متعدد نادر و نایاب غزلیں ایسی تھیں جو اپنی روح و پیکر سمیت اردو کے منظوم ترجمے میں ڈھلنے سے مزاحم تھیں تو ان سے قطعی زور آزمائی نہیں کی گئی کیونکہ شعر اس کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

رقم کی آرزو ہے کہ اس مجموعے کو کلام مولانا روم کا ایک تعارف سمجھا جائے، اس کے ذائقہ سے آشنا ہو کر آپ کا تجسس بڑھے اور آپ دیوانِ شمس تبریزی کے مکمل متن سے لطف انداز اور بہرہ ور ہونے کی کوشش کریں۔ یہ بھی امید ہے کہ دوسرے شعر اور مترجم بھی کلام رومی کو اردو کے منظوم یا منثور ترجم میں ڈھالنے کی کوششیں کریں گے اور یقیناً یہ ایک بہت بڑا کام ہو گا کہ اس طرح ہم اپنے نہایت عظیم شعری و فلکری ورثہ کی بازیافت کر سکیں گے۔

فہمیدہ ریاض

کراچی

۲۰۰۶ جولائی

شہرزاد

کتابوں کا نیا سلسلہ

کلاسیک

عالمی ادب کے شاہکاروں کی نیرنگی خیال
میں الاقوامی جدید ادب کا جہان عجائب
اردو روپ میں

اپنی سوگوار میساوں کی یادیں
گابریل گارسیا مارکیز
ترجمہ: محمد عمر میمن

مجھے اپنی آنکھوں میں محفوظ کرلو
انگارے کارلوس فوینتیس
شاندور مارتی
ترجمہ: محمد عمر میمن

یادوں کی بازگشت
نجیب محفوظ
ترجمہ: آصف فرزخی

سہرزادہ
SCHEHERZADE

نظم و نشر کے نئے انداز

دنیا زاد

کتابی سلسلہ

سال میں تین کتابیں

خصوصی اشاعتیں

عاشق من الفلسطین

سیاسی سماجی تحریزیہ اور نظم و نشر کا انتخاب

دنیا دنیا دہشت ہے

تجربے سے تحریزیے تک

میں بغداد ہوں

موجودہ صورت حال کا ادبی تناظر



بی ۱۵۵، بلاک ۵، گلشنِ اقبال، کراچی

ایمیل: info@scheherzade.com